ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

4 رمضان المبارک 1443ھ | اپریل 2022ء

عزم وہمت اور صبر و استقامت کے

92 سال

بیاد
مجددِ بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ معمورہ (رجسٹرڈ)

بانی
ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

MADRSAH MAMURAH

DAR-E-BANI HASHIM, MEHRBAN COLONY, MULTAN.(PAKISTAN)

(RM/01/2014-15/184)

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان | 0300- 6326621 061- 4511961 | قائم شدہ: 28 نومبر 1961ء

مکرم ومحترم جناب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ مع الخیر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جملہ شرور وفتن سے محفوظ فرمائیں، صحت وسلامتی عطاء فرمائیں اور دنیا وآخرت میں اپنی رضا نصیب فرمائیں۔ (آمین)

"مدرسہ معمورہ" ملتان حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار ہے۔ جسے حضرت کے سالِ وفات 1961ء میں آپ کے فرزندِ ارجمند حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ نے قائم فرمایا۔ الحمدللہ! اس دینی ادارے میں وفاق المدارس کے نصاب کے مطابق حفظِ قرآن، تعلیم حدیث وفقہ اور دین کی اشاعت وتبلیغ کا کام جاری ہے۔ اب تک تین ہزار سے زائد طلباء حفظِ قرآن کی نعمت سے سرفراز ہو چکے ہیں۔

"جامعہ بستانِ عائشہ" 1990ء میں جامعہ بستانِ عائشہ قائم کر کے بچیوں کی تعلیم کا آغاز کیا گیا جس میں وفاق المدارس کے نصاب کے مطابق حفظ قرآن، درس نظامی، میٹرک اور تعلیم بالغاں کے شعبوں میں پانچ سو طالبات تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ نے اپنا رہائشی مکان مدرسہ کے لیے وقف کیا جس پر جامعہ بستانِ عائشہ کی تعمیر کی گئی۔ چار نئی درس گاہوں کی تعمیر شروع ہے۔ تخمینہ لاگت تقریباً (30,00,000) تیس لاکھ روپے ہے۔

مدرسہ کا ماہانہ خرچ 20 لاکھ سے متجاوز ہے اور سالانہ بجٹ تقریباً (240,00,000) دو کروڑ چالیس لاکھ روپے ہے۔

★ رہائشی طلباء کے طعام پر سالانہ 1000 من گندم خرچ ہوتی ہے۔

طلباء کو درسی کتب، خوراک، لباس، علاج، ماہانہ وظائف مدرسہ فراہم کرتا ہے۔ تعمیرات کا خرچ اس کے علاوہ ہے۔

تعمیر جدید الحمدللہ 2019ء میں مدرسہ معمورہ کے بیسمنٹ ہال، دار القرآن، دفاتر اور لائبریری کی تعمیر جدید (17,500,000) ایک کروڑ پچھتر لاکھ روپے سے مکمل ہو چکی ہے۔

مستقبل کے تعمیری منصوبوں کا تخمینہ ★ درجہ کتب کے طلباء کے لیے درس گاہوں، دار الحدیث، دار الاقامہ پر مشتمل نئی عمارت کی تعمیر باقی ہے۔ جس کا تخمینہ تقریباً (30,000,000) تین کروڑ روپے سے متجاوز ہے۔

ایک درس گاہ کی تعمیر پر تقریباً (800,000) آٹھ لاکھ روپے خرچ ہوں گے۔ ایک کمرہ کی تعمیر اپنے ذمے لے کر صدقۂ جاریہ کا ثواب حاصل کریں۔

تعمیر مسجد مسجد ختم نبوت دار بنی ہاشم ملتان کی تعمیر جدید شروع ہے۔ فرش کا ماربل، دیواروں کی ٹائل، بجلی کی نئی وائرنگ، چھت کی سیلنگ المونیم کی کھڑکیاں اور سولر سسٹم کے ساتھ 9 عدد ائیر کنڈیشنرز کی تنصیب پر تقریباً (70) ستر لاکھ روپے خرچ ہوں گے۔

آپ کی خدمت میں درخواست ہے کہ اپنی زکوٰۃ وصدقات، فطرانہ، عشر اور عطیات مدرسہ معمورہ کو عنایت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمت کو قبول فرمائے اور اس صدقۂ جاریہ کا بیش بہا اجر آپ کو عطا فرمائے۔ (آمین)

★ آپ پہلے بھی تعاون فرماتے ہیں مگر موجودہ حالات اور مشکلات کا تقاضا ہے کہ اس مرتبہ زیادہ توجہ فرمائیں اور تعاون میں اضافہ فرمائیں۔

اُمید ہے، آپ اس خالص دینی درخواست کو قبول فرمائیں گے۔ تعاون آپ فرمائیں، دعا ہم کریں گے اور اجر اللہ تعالیٰ عطاء فرمائیں گے۔

ترسیل زر کے لیے حکومت کی مدارس دشمن پالیسیوں کے تحت کئی مدارس کے بنک اکاؤنٹ بند کر دیے گئے ہیں۔ مدرسہ معمورہ کا اکاؤنٹ بھی بند کر دیا ہے۔ تعاون کے لیے آپ مہتمم مدرسہ سے براہ راست رابطہ فرمائیں۔

والسلام مع الاکرام، آپ کا دعا گو
سید محمد کفیل بخاری
★ مہتمم: مدرسہ معمورہ ملتان
رابطہ: 0300-6326621

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

بیاد: سید الاحرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابنِ امیرِ شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جلد 33 شمارہ 04 اپریل 2022ء / رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ

Regd.M.NO.32

تشکیل

اداریہ	وزیرِاعظم عمران خان کے خلاف تحریک عدم اعتماد سابق صدر جناب محمد رفیق تارڑ کی رحلت	سید محمد کفیل بخاری	2
شذرات	شہدائے ختم نبوت 1953ء کو خراج عقیدت نکاح نامے میں عقیدۂ ختم نبوت کی وضاحت	عبداللطیف خالد چیمہ	4
دین و دانش	ماہِ رمضان المبارک تقویٰ کے حصول کا بہترین ذریعہ	مولانا ابوجندل قاسمی	6
//	حضرت علی المرتضیٰؓ اور نماز تراویح	حضرت مولانا محمد عبدالحمید	13
//	دعوتی و اصلاحی پیغام (قسط نمبر 4)	عطاء محمد جنجوعہ	19
//	نقشہ برائے ادائیگی زکوٰۃ	مولانا اعجاز صمدانی	24
//	زکوٰۃ کے مسائل	دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی	26
ادب	امارت دل دُکھاتی ہے	حبیب الرحمٰن بٹالوی	31
خطاب	مجلس احرار اسلام کا قیام۔ مقاصد، نصب العین اور حکمت عملی	ڈاکٹر عبدالرازق	32
یادِ رفتگان	پیرجیؒ کے حضور عقیدت کے چند پھول	محمد اورنگ زیب اعوان	41
//	قادیانیوں کی نئی حکمت عملی اور ہمارا کردار	ڈاکٹر عمر فاروق احرار	53
تاریخِ احرار	تاریخ احرار (قسط نمبر 24)	مفکرِ احرار چودھری افضل حقؒ	56
اخبار الاحرار	مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں	ادارہ	61
ترحیم	مسافرانِ آخرت	ادارہ	64

★★★★

فیضانِ نظر
حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

بیاد
ابنِ امیرِ شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مدیر مسئول
سید محمد کفیل بخاری
kafeel.bukhari@gmail.com

رفقائے فکر
عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد
مولانا محمد مغیرہ • ڈاکٹر عمر فاروق احرار
قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس
سید عطاء اللہ ثالث بخاری
سید عطاء المنان بخاری
atabukhari@gmail.com
محمد نعمان سنجرانی

سرکولیشن منیجر
محمد یوسف شاد
0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک ——— -/300 روپے
بیرون ملک ——— -/5000 روپے
فی شمارہ ——— -/30 روپے

ترسیلِ زر بنام: ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت

بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100

بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ایم، ڈی، اے چوک ملتان

رابطہ

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
☎061-4511961

www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

شعبۂ تبلیغ تحفظ ختم نبوت مجلس احرار اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

دل کی بات — سید محمد کفیل بخاری

وزیراعظم عمران خان کے خلاف تحریک عدم اعتماد

قومی اسمبلی میں وزیر اعظم عمران خان کے خلاف اپوزیشن پارٹیوں کی طرف سے تحریک عدم کی قرار داد 161 ارکان کی حمایت سے منظور ہو چکی ہے۔ شیڈول کے مطابق 31 مارچ سے قرار داد پر بحث کا آغاز ہوگا اور 7 دنوں کے اندر ووٹنگ ہوگی۔ اپوزیشن کو کامیابی کے لیے 172 ووٹوں کی ضرورت ہے۔ اپوزیشن قیادت کے دعوے کے مطابق ان کے پاس مطلوبہ تعداد سے بھی زیادہ ارکان موجود ہیں۔ تحریک کامیاب ہوگی اور وزیر اعظم اپنے عہدے سے فارغ ہو جائیں گے۔ امید ہے کہ آئندہ ہفتے یہ قصہ بھی تمام ہو جائے گا۔

عمران خان نے 2018ء کے انتخابات میں اپنی جماعت کا جو منشور پیش کیا اور عوام سے جو وعدے کیے حقیقت یہ ہے کہ خان صاحب انہیں پورا کرنے میں بری طرح ناکام ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنے ہر دعوے اور وعدے سے عملی انحراف کیا اور مسلسل یوٹرن لیتے رہے۔ ملک قرضوں کی دلدل میں بری طرح پھنس گیا۔ مہنگائی نے عوام کی کمر توڑ کر رکھ دی اور آزادی اظہار کے نام پر عریانی وفحاشی کو حکومتی سطح پر فروغ دیا گیا۔ انہوں نے اپوزیشن رہنماؤں کے بارے میں گالی گلوچ کی جو زبان استعمال کی بحیثیت وزیر اعظم اُن کو زیبا نہیں تھی۔ خصوصاً مولانا فضل الرحمٰن کی ذات کو جس طرح گالیوں کا نشانہ بنایا گیا وہ کسی بھی شریف انسان کو زیب نہیں دیتا۔ خان صاحب کو حکومت کرنے کے لیے سارا سامان اکٹھا کر کے دیا گیا لیکن وہ سنبھال نہ سکے۔

انہیں اس بات کا ادراک ہی نہیں کہ ان کے مقابلے میں پروفیشنل سیاست دان ہیں جبکہ خان صاحب خود نظریہ ضرورت کے تحت ہنگامی سیاسی پیداوار ہیں۔ وہ کوئی پروفیشنل یا باقاعدہ سیاست دان ہرگز نہیں۔ اسی لیے انہیں ناکامیوں کا سامنا ہے۔ عدم اعتماد کا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے؟ یہ تو ہفتے بعد ہی معلوم ہو سکے گا۔ لیکن مستقبل میں خان صاحب اور ان کی پارٹی نظر نہیں آ رہی۔ وہ جن کے کندھوں پر بیٹھ کر ایوان اقتدار تک پہنچے وہ بھی اُن سے خفا ہیں۔ خود پی ٹی آئی کے 14 ممبران اسمبلی منحرف ہو کر اپوزیشن کے کیمپ میں جا بیٹھے ہیں۔ عمران خان جن کو ڈاکو کہتے رہے آج انہیں سب کچھ دینے کو تیار بیٹھے ہیں۔ اپنے وفادار عثمان بزدار سے استعفیٰ لے کر چودھری پرویز الٰہی کو وزیر اعلیٰ پنجاب نامزد کر دیا ہے۔ ایم کیو ایم کے مطالبات تسلیم کرنے کے لیے آمادہ نظر آ رہے ہیں۔ حکومت کی اتحادی پارٹیاں لاٹری نکلنے کی منتظر ہیں۔ جدھر سوئی گھومی وہ بھی ادھر گھوم جائیں گی۔ آئینی جمہوری تماشا بام عروج پر ہے۔ وطن عزیز کا سیاسی ومعاشی مستقبل کیا ہوگا؟ اس سوال پر ''مقتدر قوتوں'' اور اپوزیشن کو سنجیدگی سے غور کر کے مستقل فیصلے

کرنے ہوں گے۔ تماشے کا بھی کوئی متعین وقت ہوتا ہے۔ یہ صورت حال اگر مستقل رہتی ہے تو پھر ملک اور عوام اللہ کے حوالے۔

عمران خان صاحب نے اپنی تقاریر میں ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کا حوالہ بھی دیا، گویا وہ بھٹو بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انہیں بھٹو کا انجام بھی سامنے رکھنا چاہیے۔ انہوں نے ترپ کا پتہ بھی جیب سے نکالا اور پھر جیب میں واپس رکھ لیا۔ اس خط کی کوئی تفصیلات عوام کو نہیں بتائیں۔ بھٹو مرحوم نے بھی معاہدہ تاشقند عوام کو بتانے کا مسلسل اعلان کیا تھا۔ لیکن وہ پھانسی کے پھندے پر جھول گئے اور عوام کو کچھ نہیں بتایا۔ بھٹو مرحوم کا اقتدار بھی مہنگائی کی نذر رہوا جبکہ خان صاحب کے اقتدار کی کشتی بھی مہنگائی کے بھنور میں ڈوبتی نظر آ رہی ہے۔ بھان متی کے جس کنبے کو اکٹھا کر کے انہوں نے اپنی کیبنٹ بنائی جو مختلف سیاسی جماعتوں سے اٹھا کر خان صاحب کو عطیہ کیے گئے تھے۔ اُن میں اکثریت پر کرپشن کے الزامات ہیں۔ جبکہ خان صاحب کرپشن کے خلاف نعرہ بلند کر کے اقتدار تک پہنچے تھے۔ یہ تضاد زیادہ دیر تک نہیں چل سکتا۔ آثار بتا رہے ہیں کہ

ع اُن کا جانا ٹھہر گیا ہے، صبح گیا یا شام گیا۔

اللہ تعالیٰ وطن عزیز پر رحم فرمائے اور ہر قسم کے دشمنوں سے حفاظت فرمائے (آمین)

سابق صدر جناب محمد رفیق تارڑ کی رحلت

سابق صدر پاکستان جناب محمد رفیق تارڑ 8 مارچ کو لاہور میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جناب محمد رفیق تارڑ ایک راسخ العقیدہ دیانت دار اور صالح انسان تھے۔ وہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے انتہائی عقیدت مند تھے۔ اس عقیدت کی وجہ شاہ جی کی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے عظیم خدمات تھیں۔ جناب محمد رفیق تارڑ کو 1953ء میں ایک قادیانی نے قاتلانہ حملہ کر کے خنجر مارا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور انہیں زندگی عطاء کی۔ حضرت امیر شریعت اسی وجہ سے جناب محمد رفیق تارڑ رحمہ اللہ سے محبت کرتے تھے۔ محترم محمد رفیق تارڑ تمام عمر عدلیہ میں رہے اور انتہائی صاف ستھری زندگی گزاری۔ سینٹ کے رکن بنے اور پھر صدر پاکستان کے عہدے تک پہنچے۔ وہ امانت و دیانت کے حوالے سے ایک مثالی انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ حسنات قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے (آمین)

شذرات

عبداللطیف خالد چیمہ

شہدائے ختم نبوت 1953ء کو خراج عقیدت

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نوجوان صحابی سیدنا حبیب ابن زید انصاری رضی اللہ عنہ پہلے شہید ختم نبوت ہیں جنہوں نے اس وقت کے طاغوت مسیلمہ کذاب کے سامنے سرنڈر کرنے کی بجائے شہادت قبول فرمائی، پھر فتنہ ارتداد کے قلع قمع کے لیے بارہ سو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔

پاکستان بننے کے بعد جب قادیانی وطن عزیز کے اقتدار پر شب خون مارنے کی تیاریاں کرنے لگے تو بانی احرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے تمام مکاتب فکر کو کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت جیسے مشترکہ پلیٹ فارم پر اکٹھا کر کے چار مطالبات حضرت مولانا ابوالحسنات قادری رحمتہ اللہ علیہ کی قیادت میں حاجی نمازی حکمرانوں کی میز پر رکھے۔ وہ مطالبات یہ تھے کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے، قادیانیوں کو کلیدی عہدوں سے ہٹایا جائے، موسیو ظفر اللہ خان قادیانی سے وزارت خارجہ کا قلمدان واپس لیا جائے، اور ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔ ان معقول مطالبات کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا گیا کہ ایسا کرنے سے امریکہ ہماری گندم بند کر دے گا۔

راست اقدام ہوا تو لاہور کے مال روڈ سمیت ملک بھر میں دس ہزار سے زائد نفوس قدسیہ کے سینے گولیوں سے چھلنی کر دیئے گے کہ وہ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کا حق مانگتے تھے۔ انھی نفوس قدسیہ اور شہداء ختم نبوت کی یاد میں ہم احرار والے مارچ میں لہو گرم رکھنے کے لیے انہیں زیادہ یاد کرتے ہیں۔ اس مارچ میں اللہ تعالی کی نصرت کے ساتھ ہم نے حتی الامکان ملک بھر میں اجتماعات کو زیادہ اہتمام سے کرنے کا رادہ کیا تو اللہ تعالی نے 7 ستمبر یوم ختم نبوت کی طرح اس کو پذیرائی بخشی، 1953ء کی پابندی، مارشل لاء اور ظلم وستم کی انتہا کے حالات اور ادوار سے ہمارے بزرگ گزرے اور آج فرزندان امیر شریعت اور ان کے قابل قدر رفقاء کرام کی جانکاہ محنت کے بعد الحمدللہ احرار زندہ ہیں، اور اپنی وضع قطع کے ساتھ زندہ ہیں۔ مغربی جمہوریت کے دلدادہ حکمرانوں اور سیاستدانوں نے جو گل کھلائے ہیں، اس کا لازمی وفطری نتیجہ پوری دنیا کے سامنے ہے، شہداء 53ء کی منزل اسلامی والہامی نظام کا نفاذ تھا سو ہم آج بھی انہی اہداف کو لیکر آگے چل رہے ہیں اور سمجھتے ہیں۔

مقصود کی منزل نہ ملی ہے نہ ملے گی

سینوں میں اگر جذبۂ احرار نہیں ہے

نکاح نامے میں عقیدۂ ختم نبوت کی وضاحت

2022ء مارچ کے بالکل آغاز میں پنجاب کی صوبائی کابینہ نے مسلم فیملی لاز آرڈیننس میں ضروری ترمیم کے بعد نکاح نامے میں عقیدۂ ختم نبوت کے حلف نامے کی شق کا اضافہ کرنے کا فائق فیصلہ کیا ہے، اس کے نتیجے میں پنجاب میں نکاح کے وقت دولہا اور دلہن کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان وعقیدے کا حلف دینا ہوگا۔ دراصل صوبائی کابینہ نے اس ترمیم کی منظوری پنجاب اسمبلی میں پاس ہونے والی ایک قرارداد کی روشنی میں دی ہے۔ یہ قرارداد کچھ عرصہ قبل مسلم لیگ (ق) کے رکن صوبائی اسمبلی جناب حافظ عمار یاسر نے پیش کی تھی چودھری پرویز الٰہی اور ان کے معتمد ساتھیوں نے اس قسم کے کئی امور میں اہم کردار ادا کیا ہے، اس سلسلہ میں روزنامہ اوصاف لاہور 3 مارچ 2022ء کے ادارتی شذرے کا ایک حصہ اس طرح ہے:

”رکن پنجاب کی قرارداد کی متفقہ طور پر منظوری دیتے ہوئے پنجاب اسمبلی نے مطالبہ کیا تھا کہ پنجاب میں شادی کے موقع پر دولہا اور دلہن کے ختم نبوت کے حلف نامے کو لازمی قرار دیا جائے۔ یہ مطالبہ اس لیے لانا پڑا کہ ماضی میں قادیانیوں کی جانب سے دھوکہ دہی کی بے شمار وارداتیں سامنے آئی تھیں، کئی معاملات میں لڑکا اور کئی معاملات میں لڑکی کے قادیانی ہونے کے باوجود نکاح کر دیا گیا، بعد میں حقیقت سامنے آنے پر دونوں خاندانوں کے لیے مسائل پیدا ہوئے، ایسے بے شمار کیسز موجود ہیں جن میں قادیانی لڑکوں نے اپنا مذہب چھپا کر مسلمان بچیوں سے دانستہ نکاح کیے اور ان کی زندگی اجیرن کر کے رکھ دی۔ پنجاب کابینہ کی اس قانون سازی سے اندھیر نگری اور دھوکہ بازی کا خاتمہ ہو سکے گا، ہم سمجھتے ہیں کہ وفاق اور دوسرے صوبوں کو بھی ایسی قانون سازی کرنی چاہیے تاکہ شادی کے بعد کی پریشانیوں سے بچیوں کو بچایا جا سکے۔“

Saleem&Company
Bahar Chowk, Masoom Shah Road, Multan.
SC
SINCE 1968
Manufacture of Quality Furniture, Government Contractors, Electronics & General Order Suppliers
سلیم اینڈ کمپنی
فون نمبر: 0302-8630028
061 -4552446
Email:saleemco1@gmail,com
بہار چوک معصوم شاہ روڈ ملتان

مولانا ابوجندل قاسمی (مظفرنگر، ہندوستان)

ماہِ رمضان المبارک تقویٰ کے حصول کا بہترین ذریعہ

رمضان المبارک کا مہینہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بڑی عظیم نعمت ہے، اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انوار وبرکات کا سیلاب آتا ہے اور اس کی رحمتیں موسلا دھار بارش کی طرح برستی ہیں، مگر ہم لوگ اس مبارک مہینے کی قدر ومنزلت سے واقف نہیں، کیونکہ ہماری ساری فکر اور جدوجہد مادّیت اور دنیاوی کاروبار کے لیے ہے، اس مبارک مہینے کی قدردانی وہ لوگ کرتے ہیں جن کی فکر آخرت کے لیے اور جن کا محور مابعد الموت ہو۔ آپ حضرات نے یہ حدیث شریف سنی ہوگی، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رجب کا مہینہ آتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وبَلِّغْنَا رَمَضَانَ، (شعب الایمان ۳/ ۳۷۵، تخصیص شہر رجب بالذکر) ترجمہ: اے اللہ ہمارے لیے رجب اور شعبان کے مہینے میں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان کے مہینے تک پہنچا دیجیے، یعنی ہماری عمر اتنی دراز کر دیجیے کہ ہمیں رمضان کا مہینہ نصیب ہو جائے۔

آپ غور فرمائیں کہ رمضان المبارک آنے سے دو ماہ پہلے ہی رمضان کا انتظار اور اشتیاق ہو رہا ہے، اور اس کے حاصل ہونے کی دعا کی جا رہی ہے، یہ کام وہی شخص کر سکتا ہے جس کے دل میں رمضان کی صحیح قدر و قیمت ہو۔

رمضان کے معنی:

''رمضان'' عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی ہیں ''جھلسا دینے والا'' اس مہینے کا یہ نام اس لیے رکھا گیا کہ اسلام میں جب سب سے پہلے یہ مہینہ آیا تو سخت اور جھلسا دینے والی گرمی میں آیا تھا۔ لیکن بعض علماء کہتے ہیں کہ اس مہینے میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی خاص رحمت سے روزے دار بندوں کے گناہوں کو جھلسا دیتے ہیں اور معاف فرما دیتے ہیں، اس لیے اس مہینے کو ''رمضان'' کہتے ہیں۔ (شرح ابی داؤد للعینی ۵/ ۲۷۳)

رمضان رحمت کا خاص مہینہ:

اللہ تعالیٰ نے یہ مبارک مہینہ اس لیے عطا فرمایا کہ گیارہ مہینے انسان دنیا کے دھندوں میں منہمک رہتا ہے جس کی وجہ سے دلوں میں غفلت پیدا ہو جاتی ہے، روحانیت اور اللہ تعالیٰ کے قرب میں کمی واقع ہو جاتی ہے، تو رمضان المبارک میں آدمی اللہ کی عبادت کر کے اس کمی کو دور کر سکتا ہے، دلوں کی غفلت اور زنگ کو ختم کر سکتا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر کے زندگی کا ایک نیا دور شروع ہو جائے، جس طرح کسی مشین کو کچھ عرصہ استعمال کرنے کے بعد اس کی سروس اور صفائی کرانی پڑتی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کی صفائی اور سروس کے لیے یہ مبارک مہینہ مقرر فرمایا۔

روزے کا مقصد:

روزے کی ریاضت کا بھی خاص مقصد اور موضوع یہی ہے کہ اس کے ذریعے انسان کی حیوانیت اور بہیمیت کو اللہ

تعالیٰ کے احکام کی پابندی اور ایمانی و روحانی تقاضوں کی تابعداری و فرماں برداری کا خوگر بنایا جائے اور اللہ کے احکام کے مقابلے میں نفس کی خواہشات اور پیٹ اور شہوتوں کے تقاضوں کو دبانے کی عادت ڈالی جائے اور چوں کہ یہ چیز نبوت اور شریعت کے خاص مقاصد میں سے ہے اس لیے پہلی تمام شریعتوں میں بھی روزے کا حکم رہا ہے، اگرچہ روزوں کی مدت اور بعض دوسرے تفصیلی احکام میں ان امتوں کے خاص حالات اور ضروریات کے لحاظ سے کچھ فرق بھی تھا۔

قرآنِ کریم میں اس امت کو روزے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۔(سورۃ البقرہ آیت ۱۸۳) ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جس طرح تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض کیے گئے تھے (روزوں کا یہ حکم تم کو اس لیے دیا گیا ہے) تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو۔

کیوں کہ یہ بات یقینی ہے کہ نفس انسانی انسان کو گناہ، نافرمانی اور حیوانی تقاضوں میں اسی وقت مبتلا کرتا ہے جب کہ وہ سیر اور چھکا ہوا ہو، اس کے برخلاف اگر بھوکا ہو تو وہ مضمحل پڑا رہتا ہے اور پھر اس کو معصیت کی نہیں سوجھتی، روزے کا مقصد یہی ہے کہ نفس کو بھوکا رکھ کر مادّی و شہوانی تقاضوں کو بروئے کار لانے سے اس کو روکا جائے تاکہ گناہ پر اقدام کرنے کا داعیہ اور جذبہ سُست پڑ جائے اور یہی ''تقویٰ'' ہے۔

اس طرح بھی کہا جاسکتا ہے کہ عالم بالا کی پاکیزہ مخلوق (فرشتے) نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں اور نہ بیوی رکھتے ہیں، جبکہ روزہ (صبح صادق سے غروب آفتاب تک) انہی تین چیزوں (کھانا، پینا اور جماع) سے رکنے کا نام ہے، تو گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو روزے کا حکم دے کر ارشاد فرمایا ہے کہ اے میرے بندو! اگر تم ان تینوں چیزوں سے پرہیز کر کے ہماری پاکیزہ مخلوق کی مشابہت اختیار کرو گے تو ہماری اس پاکیزہ مخلوق کی پاکیزہ صفت بھی تمہارے اندر پیدا ہو جائے گی اور وہ صفت ہے: لَایَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَا اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ۔(سورہ تحریم) ترجمہ: وہ (فرشتے) خدا کی نافرمانی نہیں کرتے کسی بات میں جوان کو حکم دیتا ہے اور جو کچھ ان کو حکم دیا جاتا ہے اس کو فوراً بجالاتے ہیں۔(بیان القرآن) اور اسی کا حاصل ''تقویٰ'' ہے۔

تقریباً اسی بات کو اس حدیث شریف میں بھی فرمایا گیا ہے جو ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لِکُلِّ شَیْءٍ زَکوٰۃٌ وَزَکوٰۃُ الْجَسَدِ الصَّوْمُ۔(ابن ماجہ ص ۱۲۵) ہر چیز کے لیے کوئی نہ کوئی صفائی ستھرائی کا ذریعہ ہے اور بدن کی صفائی ستھرائی کا ذریعہ ''روزہ'' ہے۔

بہرحال روزے کا مقصد تقویٰ ہے، اسی تقویٰ کے حصول کے لیے اس آخری امت پر سال میں ایک مہینے کے روزے فرض کیے گئے اور روزے کا وقت طلوع صبح صادق سے غروب آفتاب تک رکھا گیا اور یہ زمانہ اِس دور کے عام انسانوں کے حالات کے لحاظ سے ریاضت و تربیت کے مقصد کے لیے بالکل مناسب اور نہایت معتدل مدت اور وقت ہے۔ پھر اس کے لیے مہینہ وہ مقرر کیا گیا جس میں قرآن کریم کا نزول ہوا اور جس میں بے حساب برکتوں اور رحمتوں والی رات (شبِ قدر) ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ یہی مبارک مہینہ اس کے لیے سب سے زیادہ مناسب اور

موزوں زمانہ ہوسکتا تھا۔

اسی کے ساتھ ساتھ اس مہینے میں دن کے روزوں کے علاوہ رات میں بھی ایک خاص عبادت کا عمومی اور اجتماعی نظام قائم کیا گیا جس کو ''تراویح'' کہا جاتا ہے، جس کی وجہ سے اس مبارک مہینے کی نورانیت اور تاثیر میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے اور ان دونوں عبادتوں کے احادیث شریفہ میں بہت زیادہ فضائل ارشاد فرمائے گئے ہیں، چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّ احتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِه.** (صحیح بخاری ۱/۲۷۰، صحیح مسلم ۱/۲۵۹) ترجمہ: جو شخص ماہِ رمضان کے روزے رکھے بحالت ایمان اور بامید ثواب تو اس کے گذشتہ گناہ معاف کردیے جائیں گے اور جو شخص ماہِ رمضان میں کھڑا ہو یعنی نوافل (تراویح و تہجد وغیرہ) پڑھے بحالت ایمان اور بامید ثواب اس کے بھی گذشتہ گناہ معاف کردیے جائیں گے۔

تقویٰ کے حصول میں معاون چیزیں:

لیکن صرف روزہ رکھنے اور تراویح پڑھنے کی حد تک بات ختم نہیں ہوتی بلکہ اس ماہ کا اصل مقصد یہ ہے کہ غفلت کے پردوں کو دل سے دور کیا جائے، اصل مقصدِ تخلیق کی طرف رجوع کیا جائے، گزشتہ گیارہ مہینوں میں جو گناہ ہوئے ان کو معاف کرا کر آئندہ گیارہ مہینوں میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کے استحضار اور آخرت میں جواب دہی کے احساس کے ساتھ گناہ نہ کرنے کا داعیہ اور جذبہ دل میں پیدا کیا جائے، جس کو ''تقویٰ'' کہا جاتا ہے، اس طرح رمضان المبارک کی صحیح روح اور اس کے انوار و برکات حاصل ہوں گے، ورنہ یہ ہوگا کہ رمضان المبارک آئے گا اور چلا جائے گا اور اس سے صحیح طور پر ہم فائدہ نہیں اٹھا پائیں گے، بلکہ جس طرح ہم پہلے خالی تھے ویسے ہی خالی رہ جائیں گے، اس لیے چند ایسی چیزوں کی نشاندہی کی جاتی ہے جن پر عمل کرکے ہمیں روزے کا مقصد (تقویٰ) اور رمضان المبارک کے انوار و برکات حاصل ہوں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۱) عبادت کی مقدار میں اضافہ:

رمضان المبارک کی برکتوں کو حاصل کرنے کے لیے اپنی عبادت کی مقدار میں اضافہ کرنا ہے، دوسرے ایام میں جن نوافل کو پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی ان کو اس مبارک ماہ میں پڑھنے کی کوشش کریں، مثلاً: مغرب کے بعد سنتوں سے الگ یا کم از کم سنتوں کے ساتھ چھ (٦) رکعت اوّابین پڑھیں۔ (جب کہ ہمارا حال یہ ہے کہ اوّابین افطار کی نذر ہوجاتی ہیں) عشاء کی نماز سے چند منٹ پہلے آ کر چار رکعت یا دو رکعت نفل پڑھیں۔ سحری کھانے کے لیے اٹھنا ہی ہے تو چند منٹ پہلے اٹھ کر کم از کم چار رکعت تہجد پڑھ لیں۔ اسی طرح اشراق کی نماز اور اگر اشراق کے وقت نیند کا غلبہ ہو تو چاشت کی چند رکعتیں تو پڑھ ہی لیں۔ ظہر کے بعد دو سنتوں کے ساتھ دو رکعت نفل اور عصر سے پہلے چار رکعت نفل پڑھ لیں۔ کیوں کہ نماز کا خاصہ یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان کا رشتہ جوڑتی ہے اور اس کے

ساتھ تعلق قائم کراتی ہے، جس کے نتیجے میں انسان کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت ابوہریرہ سے مروی حدیث شریف میں ہے: اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّہٖ وَھُوَ سَاجِدٌ (مسلم شریف حدیث: ۱۱۱۱، باب مایقال فی الرکوع والسجود) یعنی بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب سجدے کی حالت میں ہوتا ہے، تو گویا نماز کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک عظیم تحفہ عطا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے، آمین!

(۲) تلاوتِ قرآنِ کریم کی کثرت:

دوسرا کام یہ ہے کہ قرآنِ کریم کی تلاوت کا خاص اہتمام کرنا ہے، کیوں کہ رمضان المبارک کے مہینے کو قرآن کریم کے ساتھ خاص مناسبت اور تعلق ہے، اسی مہینے میں قرآن کریم نازل ہوا، ارشادِ مبارک ہے: شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ، (سورۂ بقرہ آیت ۱۸۵) خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی رمضان المبارک میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن مجید کا دور فرمایا کرتے تھے۔ (بخاری شریف ۱/۳، حدیث ۶) تمام بزرگانِ دین کی زندگیوں میں یوں تو قرآنِ کریم میں اشتغال بہت زیادہ نظر آتا ہے، لیکن رمضان المبارک کا مہینہ آتے ہی تلاوت کے معمول میں غیر معمولی اضافہ ہوجاتا، چنانچہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس مبارک مہینے میں ایک قرآنِ کریم دن میں، ایک رات میں اور ایک تراویح میں، اس طرح اکسٹھ (۶۱) قرآن کریم ختم فرماتے تھے۔ ماضی کے ہمارے تمام اکابر (حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا شاہ عبدالرحیم رائپوری، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، مولانا خلیل احمد سہارنپوری، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا یحییٰ کاندھلوی، مولانا محمد الیاس کاندھلوی، شاہ عبدالقادر رائپوری، شیخ الحدیث مولانا زکریا مہاجر مدنی، فقیہ الامت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی، مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی، مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی، فدائے ملت مولانا سید اسعد مدنی وغیرہم) کا رمضان المبارک میں تلاوتِ قرآن کریم کا معمول دیدنی ہوتا تھا۔ لہٰذا ہم کو بھی اس مبارک ماہ میں عام دنوں کے مقابلے میں تلاوت کی مقدار زیادہ کرنی ہے، عام آدمی کو بھی روزانہ کم از کم تین پارے پڑھنے چاہئیں، تاکہ پورے مہینے میں کم از کم تین قرآنِ کریم ختم ہوجائیں۔

(۳) تراویح میں قرآنِ کریم صحیح پڑھنے اور سننے کا اہتمام:

اس مبارک مہینے میں ہر مؤمن کو اس بات کی بھی فکر کرنی ضروری ہے کہ تراویح میں قرآنِ مجید صحیح اور صاف صاف پڑھا جائے، جلدی جلدی اور حروف کو کاٹ کاٹ کر پڑھنے سے پرہیز کیا جائے، کیوں کہ اس طرح قرآنِ کریم پڑھنا اللہ کے کلام کی عظمت کے خلاف ہے، نیز پڑھنے والے کو خود قرآنِ کریم بددعا دیتا ہے۔ (احیاء العلوم عن انس ۱/۲۷۴، فی ذمّ تلاوۃ الغافلین) اس طرح قرآن کریم پڑھنے والا اور سننے والے سب گنہگار ہوتے ہیں۔ ہمارا حال یہ ہے کہ حافظ صاحب نہایت تیز گامی کے ساتھ حروف کو کاٹ کاٹ کر پڑھتے چلے جارہے ہیں، ایک سانس میں سورۂ فاتحہ کو ختم کردیا جاتا ہے، صحیح طریقے سے رکوع، سجدہ اور تشہد ادا نہیں ہورہا ہے، چالیس پینتالیس منٹ میں پوری نماز

ختم، اب گھنٹوں مجلسوں میں بیٹھ کر گپ شپ ہو رہا ہے اور حافظ صاحب و سامعین میں سے کسی کو یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ ہم نے قرآنِ کریم کی توہین میں کتنا حصہ لیا اور رمضان کی مبارک ساعتوں میں کتنی بے برکتی اور قرآن کریم کی کتنی بددعالی۔ خدارا اس صورتِ حال سے بچیے اور اس مبارک مہینے میں برکتوں اور رحمتوں کے دروازے کو اپنے اوپر بند نہ کیجیے اور صاف صحیح قرآن کریم پڑھنے اور سننے کا اہتمام کر کے دارین کی سعادت حاصل کرنے کی کوشش کیجیے۔

(۴) استغفار کی کثرت:

چوتھا کام یہ کرنا ہے کہ اپنے گناہوں سے توبہ کرنی ہے، حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مشہور حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر کی پہلی، دوسری اور تیسری سیڑھی پر قدم رکھتے ہوئے ''آمین'' فرمایا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے پوچھنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے سامنے آئے تھے اور جب میں نے منبر کے پہلے زینے پر قدم رکھا تو انھوں نے کہا: ہلاک ہو وہ شخص جس نے رمضان المبارک کا مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی، میں نے کہا آمین، الیٰ آخر الحدیث (مستدرک حاکم ۴/۱۷۰، کتاب البر والصلۃ، الترغیب والترہیب ۲/۵۶)

ظاہر ہے کہ اس شخص کی ہلاکت میں کیا شبہ ہے جس کے لیے حضرت جبرئیل علیہ السلام بددعا کریں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آمین کہیں، اس لیے اس مبارک مہینے میں نہایت کثرت کے ساتھ گڑگڑا کر اپنے گناہوں سے توبہ واستغفار کرے۔

(۵) دعا کا اہتمام:

رمضان المبارک کی برکات کو حاصل کرنے کے لیے دعاؤں کا اہتمام بھی لازم ہے، بہت سی روایات میں روزے دار کی دعا کے قبول ہونے کی بشارت دی گئی ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ثَلٰثَۃٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُھُمُ الصَّائِمُ حَتّٰی یُفْطِرَ، الحدیث ۔ (ترمذی شریف ۲/۲۰۰، حدیث ۳۵۹۸، مسند احمد حدیث ۹۷۴۳) ترجمہ: تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی (ضرور قبول ہوتی ہے) ایک روزے دار کی افطار کے وقت، دوسرے عادل بادشاہ کی، تیسرے مظلوم کی بددعاء، اس کو اللہ تعالیٰ بادلوں سے اوپر اٹھا لیتے ہیں اور آسمان کے دروازے اس کے لیے کھول دیے جاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ میں تیری ضرور مدد کروں گا گو (کسی مصلحت سے) کچھ دیر ہو جائے۔

بہر حال یہ مانگنے کا مہینہ ہے، اس لیے جتنا ہو سکے دعا کا اہتمام کیا جائے، اپنے لیے، اپنے اعزہ واحباب اور رشتے داروں کے لیے، اپنے متعلقین کے لیے، ملک وملت کے لیے اور عالم اسلام کے لیے خوب دعائیں مانگنی چاہئیں، اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرمائے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۶) صدقات کی کثرت:

رمضان المبارک میں نفلی صدقات بھی زیادہ سے زیادہ دینے کی کوشش کرنی چاہیے، حدیث شریف میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کا دریا پورے سال ہی موجزن رہتا تھا، لیکن ماہِ رمضان المبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت ایسی ہوتی تھی جیسے جھونکے مارتی ہوئی ہوائیں چلتی ہیں (بخاری شریف ۱/۳) جو شخص بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا اس کو ضرور نوازتے۔ لہٰذا ہم کو بھی اس بابرکت مہینے میں اس سنت پر عمل کرتے ہوئے صدقات کی کثرت کرنی چاہیے۔

(۷) کھانے کی مقدار میں کمی:

ساتویں چیز جس کا لحاظ رمضان المبارک کے مقصد کو حاصل کرنے میں معاون ہے ’’کھانے کی مقدار میں کمی کرنا‘‘ ہے، کیوں کہ روزے کا مقصد قوتِ شہوانیہ و بہیمیہ کا کم کرنا اور قوتِ ملکیہ و نورانیہ کا بڑھانا ہے۔ جبکہ زیادہ کھانے سے یہ غرض فوت ہو جاتی ہے۔ بقول شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب ہم لوگوں کا حال یہ ہے کہ افطار کے وقت تلافی مافات میں (کہ پورے دن بھوکا رہا) اور سحر کے وقت حفظ ماتقدم میں (کہ پورے دن بھوکا رہنا ہے) اتنی زیادہ مقدار میں کھا لیتے ہیں کہ بغیر رمضان کے بھی اتنی مقدار کھانے کی نوبت نہیں آتی۔ جس کی وجہ سے کھٹی ڈکاریں آنے لگتی ہیں۔ حقیقتاً ہم لوگ صرف کھانے کے اوقات بدلتے ہیں یعنی افطار میں، تراویح کے بعد اور پھر سحری میں، اس کے علاوہ کچھ بھی کمی نہیں کرتے۔ بلکہ مختلف قسم کی زیادتی ہی ہو جاتی ہے، جس کی وجہ سے قوتِ شہوانیہ و بہیمیہ کم ہونے کے بجائے اور بڑھ جاتی ہے اور مقصد کے خلاف ہو جاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَا مَلَأَ آدَمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنٍ، بِحَسْبِ ابْنِ آدَمَ أُكُلَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَه فَإِنْ كَانَ لَا مَحَالَةَ فَثُلُثٌ لِطَعَامِه وَثُلُثٌ لِشَرَابِه وَثُلُثٌ لِنَفَسِه۔ (ترمذی شریف ۲/۶۰) یعنی اللہ تعالیٰ کو کسی برتن کا بھرنا اتنا ناپسند نہیں جتنا پیٹ کا بھرنا ناپسند ہے، ابن آدم کے لیے چند لقمے کافی ہیں جن سے کمر سیدھی رہے، اگر زیادہ ہی کھانا ہے تو ایک تہائی پیٹ کھانے کے لیے رکھے، ایک تہائی پینے کے لیے اور ایک تہائی سانس کے لیے رکھے۔ البتہ اتنا کم نہ کھائے کہ عبادات کے انجام دینے میں اور دوسرے دینی کاموں میں خلل واقع ہو۔

(۸) گناہوں سے پرہیز:

رمضان المبارک میں خاص طور پر گناہوں سے پرہیز کرنا نہایت ضروری ہے، ہر مؤمن کو یہ طے کر لینا چاہیے کہ اس برکت و رحمت اور مغفرت کے مہینے میں آنکھ، کان اور زبان غلط استعمال نہیں ہوگی، جھوٹ، غیبت، چغل خوری اور فضول باتوں سے مکمل پرہیز کرے، یہ کیا روزہ ہوا کہ روزہ رکھ کر ٹیلی ویژن کھول کر بیٹھ گئے اور فحش و گندی فلموں سے وقت گزاری ہو رہی ہے، کھانا، پینا اور جماع جو حلال تھیں ان سے تو اجتناب کر لیا لیکن مجلسوں میں بیٹھ کر کسی کی غیبت ہو رہی ہے، چغل خوری ہو رہی ہے، جھوٹے لطیفے بیان ہو رہے ہیں، اس طرح روزے کی برکات جاتی رہتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ۔ (صحیح بخاری ۱/۲۵۵) ترجمہ: جو آدمی روزہ رکھتے

ہوئے باطل کام اور باطل کلام نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یعنی روزے کے مقبول ہونے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی کھانا پینا چھوڑنے کے علاوہ معصیات ومنکرات سے بھی زبان ودہن اور دوسرے اعضاء کی حفاظت کرے، اگر کوئی شخص روزہ رکھے اور گناہ کی باتیں اور گناہ والے اعمال کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے روزے کی کوئی پرواہ نہیں۔ (معارف الحدیث)

ایک اور حدیث شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رُبَّ صَـائِمٍ لَیُسَ لَه مِنُ صِیَامِه اِلَّا الُجُوُعُ وَرُبَّ قَائِمٍ لَیُسَ لَه مِنُ قِیَامِه اِلَّا السَّهُرُ۔ (سنن ابن ماجہ حدیث ۱۶۹۰۔ سنن نسائی حدیث ۳۳۳۳) ترجمہ: بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کو روزے کے ثمرات میں سے بھوکا رہنے کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا، اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو رات کے جاگنے (کی مشقت) کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ آدمی اگر گناہوں (غیبت وریا وغیرہ) سے نہ بچے تو روزہ، تراویح اور تہجد وغیرہ سب بیکار ہے۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَلـصَّوُمُ جُنَّةٌ مَالَمُ یَخُرِقُهَا۔ (نسائی شریف حدیث ۲۲۳۳، مسند احمد حدیث ۱۶۹۰) ترجمہ: روزہ آدمی کے لیے ڈھال ہے جب تک اس کو پھاڑ نہ ڈالے۔ یعنی روزہ آدمی کے لیے شیطان سے، جہنم سے اور اللہ کے عذاب سے حفاظت کا ذریعہ ہے، جب تک گناہوں (جھوٹ وغیبت وغیرہ) کا ارتکاب کر کے روزے کو خراب نہ کرے۔

حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ایک حدیث شریف میں ہے کہ اگر روزے دار سے کوئی شخص بدکلامی اور جھگڑا وغیرہ کرنے کی کوشش کرے تو روزے دار کہہ دے کہ میرا روزہ ہے۔ یعنی میں ایسی لغویات میں پڑ کر روزے کی برکات سے محروم ہونا نہیں چاہتا۔ (صحیح بخاری ۱/۲۵۴، حدیث ۱۸۹۴، صحیح مسلم حدیث ۱۱۵۱)

ان تمام احادیث شریفہ کا مدعا یہ ہے کہ روزے کے مقصد (تقویٰ) اور رمضان المبارک کی برکتوں اور رحمتوں کے حصول کے لیے معصیات ومنکرات سے پرہیز نہایت ضروری ہے، اس کے بغیر تقوے کی سعادت سے متمتع نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رحمت سے ان تمام باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، رمضان المبارک کی قدر دانی کی توفیق بخشے اور اس بابرکت مہینے کے اوقات کو صحیح طور پر خرچ کرنے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین ثم آمین یارب العالمین!

حضرت مولانا محمد عبدالحمید تونسوی

حضرت علی المرتضیٰؓ اور نماز تراویح

دین اسلام میں نماز تراویح کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اس کا آغاز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک سے ہوا۔ اور عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرامؓ واہل بیت عظامؓ نے بھی اسی سنت کو ہمیشہ جاری رکھا۔ خیر القرون سے لیکر آج تک پوری امت اس پر بڑے تزک واحتشام سے عمل کرتی چلی آرہی ہے۔ تمام ادوار میں مسلمانوں کا نماز تراویح پر اجماع واتفاق اس کے حجت شرعیہ ہونے کی دلیل ہے، بدعت وگمراہی کا نشان ہرگز نہیں۔

حضرت علی المرتضیٰؓ کے ارشادات:

حضرات خلفاء ثلاثہؓ کے بعد خلیفہ راشد رابع امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ بھی رمضان المبارک میں نماز تراویح پڑھنے اور پڑھانے کا بڑے شاندار طریقے سے انتظام فرمایا کرتے تھے، جس کی تفصیل کتب حدیث و سیرت میں بڑی صراحت کے ساتھ منقول ہے۔ اس حوالے سے چند روایات پیش خدمت ہیں۔

۱: ابوعبدالرحمان السلمی حضرت علی المرتضیٰؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ

"أن علیاً دَعَا الْقُرَّاء فِی رَمَضَان فَأمر مِنْهُم رجلاً یُصَلِّی بِالنَّاسِ عشْرین رَكْعَةقَال وَكَانَ عَلِیّ یُوتر بهم" (السنن الکبریٰ للبیہقیؒ: رقم الحدیث ۴۲۹۱ باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان۔ المنتقی من منہاج الاعتدال للذہبیؒ: ۵۴۲)

حضرت علیؓ نے رمضان شریف میں قرآن مجید کے قاریوں کو بلایا اوران میں سے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھایا کریں اور جناب علی المرتضیٰؓ وتر کی نماز خود پڑھایا کرتے تھے

۲: بیہقیؒ اپنی سند سے حضرت ابی الحسناء سے روایت کرتے ہیں کہ

"أن علی بن أبی طالب " أمر رجلا أن یصلی، بالناس خمس ترویحات عشرین ركعة"
(السنن الکبریٰ للبیہقیؒ: رقم الحدیث ۴۲۹۱ باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان)

حضرت علیؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو پانچ ترویحے یعنی بیس رکعت، نماز تراویح، پڑھایا کرے۔

۳: امام ابن ابی شیبہؒ اپنی سند سے ابن ابی الحسناء سے نقل کرتے ہیں کہ

"أَنَّ عَلِیًّا أَمَرَ رَجُلًاان یُصَلِّی بِهِمْ فِی رَمَضَانَ عِشْرِینَ رَكْعَةً" (المصنف لابن ابی شیبہ: حدیث: ۷۶۲۱)

حضرت علی المرتضیٰؓ نے ایک شخص کو حکم فرمایا کہ وہ لوگوں کو رمضان شریف میں پانچ ترویحے یعنی بیس رکعت نماز تراویح پڑھایا کرے۔

۴: امام آجریؒ، ابی الحسناء سے نقل کرتے ہیں کہ

"أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَمَرَ رَجُلًا أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فِي رَمَضَانَ خَمْسَ تَرْوِيحَاتٍ عِشْرِينَ رَكْعَةً"

(الشریعۃ للآجری: رقم الحدیث ۱۲۴۰ باب ذکر اتباع علیؓ بن ابی طالب)

کہ حضرت علیؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو پانچ ترویحے یعنی بیس رکعت تراویح پڑھایا کرے۔

خمسہ ترویحات کی توضیح:

متعدد روایات حدیث میں "خمسہ ترویحات" کے الفاظ اور ان کے ساتھ "عشرین رکعۃ" کی صراحت موجود ہے۔ یعنی خمسہ ترویحات سے بیس رکعت مراد ہیں۔ دراصل تراویح، ترویحۃ کی جمع ہے اور ترویحۃ چار رکعت کے بعد ایک دفعہ وقفہ کرنے کو کہتے ہیں اور ترویحتان دو وقفوں کو کہا جائے گا اور تراویح دو سے زیادہ وقفوں کو کہا جائے گا۔ عہد فاروقیؓ میں تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد وقفہ ہوا کرتا تھا اور بیس رکعت کے بعد یہ کل پانچ وقفے بنا کرتے تھے، ان وقفوں کی مناسبت سے اس نماز کا نام "تراویح" پڑ گیا۔ "تراویح" کے نام سے ہی "بیس رکعت" ثابت ہوئیں۔ آٹھ رکعات کے لیے "تراویح" نہیں بلکہ "ترویحتان" نام ہونا چاہیے جو کسی کے ہاں مستعمل نہیں۔ فائدہ: مذکورہ روایات میں سے اگر کسی روایت میں اسنادی ضعف ہو تو ان روایات کا تعدد، اس کی تقویت اور نفس مسئلہ کی توثیق کے لیے کافی وافی ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ حضرت علیؓ کی طرف سے بیس تراویح کا حکم، اس کے مسنون عمل ہونے کی کھلی دلیل ہے۔

خواتین بھی نماز تراویح کی مکلف ہیں

متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین کے لیے بھی تراویح پڑھنا مسنون ہے اسی لیے عہد مرتضویؓ میں خواتین کو نماز تراویح پڑھانے کا علیحدہ باپردہ انتظام ہوتا تھا۔ چنانچہ حضرت علی المرتضیٰؓ کے عہد کے ایک شخص حضرت عرفجہ ثقفیؒ ذکر کرتے ہیں کہ **"عن عرفجة الثقفى ان علياً كان يامر الناس بالقيام فى شهر رمضان ويجعل للرجال اماماً وللنساء اماماً قال فامرنى فاممت النساء"**

(مصنف عبدالرزاق: باب شهود النساء الجماعة رقم الحدیث ۱۵۲۵، وباب قیام رمضان، رقم الحدیث ۷۷۲۲)

رمضان شریف کی راتوں میں حضرت علی المرتضیٰؓ مرد و زن سبھی کو ارشاد فرماتے تھے کہ وہ نماز تراویح کے لیے جمع ہوں، آپؓ مردوں کے لیے الگ اور عورتوں کے لیے الگ امام مقرر فرماتے تھے جو ان کو تراویح پڑھائے۔ عرفجہ کہتے ہیں کہ عورتوں کی امامت کے لیے آپؓ نے مجھے حکم فرمایا! پس میں عورتوں کو نماز تراویح پڑھایا کرتا تھا

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ مرد و خواتین، سبھی حضرات نماز تراویح کے یکساں مکلّف ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰؓ کے تلامذہ کا تعامل

علی المرتضیٰؓ کے تلامذہ میں سے ایک مشہور شاگرد حضرت سویدؒ بن غفلہ تابعی اور دوسرے نامور شاگرد حضرت

شتیرؒ بن شکل تابعی دونوں کے متعلق محدثینؒ نے نقل کیا ہے کہ ’’کان یؤمنا سوید بن غفلة فی رمضان فیصلی خمس ترویحات عشرین رکعةوروینا عن شتیر بن شکل، وکان من أصحاب علی رضی الله عنه ‘‘ أنه کان یؤمهم فی شهر رمضان بعشرین رکعة، ویوتر بثلاث‘‘

(السنن الکبریٰ للبیہقیؒ: رقم الحدیث ۴۲۹۰ باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان)

حضرت سویدؒ بن غفلہ رمضان شریف میں تراویح پڑھایا کرتے تھے جو پانچ ترویحہ یعنی بیس رکعت پر مشتمل ہوتی تھی۔ اور حضرت شتیرؒ بن شکل، حضرت علیؓ کے شاگردوں میں سے تھے، وہ رمضان شریف میں لوگوں کو بیس رکعات تراویح اور تین رکعت وتر پڑھایا کرتے تھے

فائدہ: اس روایت سے حضرت علیؓ کے تلامذہ کا بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر باجماعت پر تعامل واتفاق ثابت ہوا۔ قیاس کن زگلستان من بہار مرا

سیرت فاروقیؓ اور سیرت علویؓ کا توافق

محدثینؒ کی صراحت کے مطابق ایک امام کی اقتدا میں باجماعت تراویح کا باقاعدہ اہتمام فاروق اعظمؓ کے دور خلافت میں ہوا۔ حضرت ابی بن کعبؓ کی اقتدا میں جہاں دیگر صحابہ رضی اللہ عنہ تراویح ادا فرماتے تھے وہاں پچھلی صف میں خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی موجود ہوا کرتے تھے، چونکہ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی اس وقت یقیناً حیات تھے، اس لیے وہ بھی انہیں کے ساتھ بیس تراویح ہی باجماعت ادا فرمایا کرتے تھے۔ نماز تراویح اگر مسنون نہ ہوتی یا اس کی تعداد بیس سے کم وبیش ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ جو جرأت وشجاعت کے پیکر تھے، وہ اس خلاف سنت کام کو کیسے گوارا کر سکتے تھے؟ مگر ان کا اختلاف نہ کرنا اور صحابہ رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں ان کا کوئی اختلاف کہیں مذکور نہ ہونا، بذات خود اس بات کی واضح دلیل ہے کہ پورے رمضان المبارک میں تراویح ایک مسنون نماز ہے جس کی تعداد بیس رکعت ہے۔

یادر ہے کہ تراویح کے عمل سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اختلاف کیونکر ہوتا جبکہ انہوں نے خود باجماعت تراویح کا حکم صادر فرمایا۔ اور پھر اس پر مستزاد یہ کہ حضرت عمر فاروق اعظمؓ کو جو کہ تراویح کا باقاعدہ اہتمام کرانے والے تھے، اپنی والہانہ دعا سے نوازا ہے۔ چنانچہ رمضان کی پہلی شب حضرت علیؓ جب مسجد تشریف لائے تو دیکھا کہ تمام لوگ تراویح کے فرط شوق میں جمع ہیں اور قاری صاحب امامت کے لیے تیار ہیں، اس روح پرور منظر کو دیکھ کر آپؓ کی زبان مبارک سے بیساختہ یہ الفاظ نکلے ’’نور الله علی عمر قَبره کَمَا نور علینا مَسَاجِدنَا‘‘

(المنتقیٰ من منہاج الاعتدال للذہبیؒ: ۵۴۲)

(اے اللہ عمرؓ کی قبر کو نور سے بھر دے جیسا کہ اس نے تراویح کے لیے ہماری مساجد کو لوگوں سے بھر دیا ہے)

فائدہ: اس سے صاف معلوم ہوا کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت خلفاء ثلاثہؓ کے مطابق حضرت علیؓ بھی نماز تراویح کے قائل وعامل رہے۔ اور عہد علویؓ میں بھی باقاعدہ نماز تراویح باجماعت ادا کی جاتی رہی اور بیس رکعت پر ان کی مواظبت رہی۔ ملحوظ رہے کہ عہد علویؓ میں نہ تو تراویح کو ترک کیا گیا اور نہ ہی اس کی تعداد بیس رکعات میں کمی کی گئی، یہاں تک کہ حضرت علیؓ کے بعد ان کی اولاد امجاد کا بھی تعامل اسی پر جاری رہا۔

ہم حقیقت ہیں تو تسلیم نہ کرنے کا سبب
ہاں اگر حرف غلط ہیں تو مٹادو ہم کو

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کتب امامیہ سے بھی ائمہ اہل بیت کے چند فرمودات نقل کر دیے جائیں تا کہ تراویح کی غیر معمولی اہمیت خوب اجاگر ہو سکے۔

ائمہ اہل بیتؓ کے فرمودات

۱: امام جعفر صادقؒ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ

"عن أبی عبداللہ (ع) قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ یزید فی صلاتہ فی شھر رمضان إذا صلی العتمۃ صلی بعدھا فیقوم الناس خلفہ فیدخل ویدعھم ثم یخرج أیضا فیجیئون ویقومون خلفہ فیدعھم ویدخل مرارا، قال: وقال: لا تصل بعد العتمۃ فی غیر شھر رمضان" (الفروع من الکافی: ۹۵۳/۴ کتاب الصیام باب مایزادمن الصلاۃ فی شھر رمضان)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں جب عشاء کی نماز پڑھ لیتے تو عشاء کی نماز کے بعد نوافل میں اضافہ فرماتے۔ جب آپ نماز میں کھڑے ہوتے تو لوگ آپ کی اقتدا میں نماز ادا کرتے پھر کچھ دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو چھوڑ کر گھر تشریف لے جاتے، پھر گھر سے باہر تشریف لاتے اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں کھڑے ہو جاتے۔ اسی طرح کئی بار جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو چھوڑ کر گھر تشریف لے جاتے اور پھر باہر تشریف لا کر نماز پڑھاتے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عشاء کی نماز کے بعد رمضان شریف کے سوا نوافل نہ پڑھا کرو۔

۲: امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں کہ

"إن أبا عبداللہ (ع) قال: لہ ان اصحابنا ھؤلاء أبوا أن یزیدوا فی صلاتھم فی شھر رمضان وقد زاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فی صلاتہ فی شھر رمضان.

(الاستبصار: باب الزیادات فی شھر رمضان، ۱/ ۹۰ تا ۱۹۲ طبع ایران)

ہمارے بعض لوگوں نے رمضان شریف میں نوافل میں اضافہ کا انکار کیا ہے حالانکہ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان میں اپنی نفلی نماز میں اضافہ کیا ہے

۳: ”عن أبی بصیر أنه سأل أبا عبدالله (ع) أیزید الرجل فی الصلاة فی شهر رمضان قال: نعم ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قدزاد فی رمضان فی الصلوٰۃ.(ایضاً)

ابوبصیر نے امام جعفر صادقؒ سے دریافت کیا کہ کیا رمضان شریف میں آدمی کو نفلی نماز میں اضافہ کرنا چاہئے؟ توانہوں نے فرمایا کہ ہاں بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے اندر نماز میں اضافہ فرماتے تھے۔

۴: امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں کہ

”عن أبی عبدالله (ع) قال: کان رسول الله صلی الله علیه وآله إذا دخل شهر رمضان زاد فی الصلوٰۃ فأنا ازید فزیدوا.(ایضاً)

(جب رمضان کامہینہ داخل ہوتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم اپنی نماز میں اضافہ فرماتے تھے۔سو میں بھی اضافہ کرتا ہوں اور تم بھی اپنی نفلی نماز میں اضافہ کیا کرو۔

۵: امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں کہ

”عن أبی عبدالله (ع) قال مما کان یصنع فی شهر رمضان کان یتنفل فی کل لیلة ویزید علی صلاته التی کان یصلیها قبل ذلک منذ اول لیلة إلی تمام عشرین لیلة فی کل لیلة عشرین رکعة...(ایضاً)

ماہ رمضان کے اعمال میں ایک یہ بھی تھا کہ وہ ہر رات میں نوافل ادا کرتے تھے اور روزانہ ادا کی جانے والی اپنی نماز پر،نوافل کا اضافہ کرتے تھے۔پہلی رات سے لے کر بیسویں رات تک اور ہر رات میں بیس رکعت ادا کرتے تھے۔

۶: ”علی بن حاتم عن الحسن بن علی عن أبیه قال: کتب رجل إلی أبی جعفر (ع) یسئله عن صلوٰۃ نوافل شهر رمضان وعن الزیادة فیها؟ فکتب (ع) الیه کتابا قرأته بخطه صل فی أول شهر رمضان فی عشرین لیلة عشرین رکعة،(ایضاً)

ایک آدمی نے امام محمد باقرؒ کو رمضان شریف کے نوافل اور زائد نماز کے بارے میں لکھ کر دریافت کیا؟ پس امام باقر نے جواباً تحریر فرمایا کہ اول رمضان سے بیس تک نفل نماز ادا کی جائے اور ہر رات میں بیس رکعت پڑھی جائے۔

۷: ”عن محمد ابن سنان قال قال الرضا(ع) کان ابو یزید فی العشر الاواخر فی شهر رمضان فی کل لیلة عشرین رکعة .(ایضاً) محمد بن سنان نقل کرتے ہیں کہ امام علی رضاؒ نے فرمایا کہ ابو یزید ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں ہر رات بیس رکعت ادا کیا کرتے تھے۔

فیصلہ کن بات:

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں

”وَأَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلَى مَا رُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ وَعُمَرَ، وَغَيْرِهِمَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِشْرِينَ رَكْعَةً، وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيِّ. وقَالَ الشَّافِعِيُّ: وَهَكَذَا أَدْرَكْتُ بِبَلَدِنَا بِمَكَّةَ يُصَلُّونَ عِشْرِينَ رَكْعَةً.“

(جامع ترمذی: ابواب الصوم: ۱/ ۱۶۶، باب ماجاء فی قیام شہر رمضان طبع قدیمی کراچی)

اور اکثر اہل علم اس بات پر متفق ہیں جو حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ اور ان کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر صحابہ کرامؓ سے مروی ہے کہ تراویح بیس رکعت ہے اور حضرت سفیان ثوریؒ م ۱۶۱ھ اور حضرت عبداللہ بن مبارک م ۱۸۱ھ اور حضرت امام شافعیؒ م ۲۰۴ھ کا بھی یہی قول ہے۔ اور امام شافعیؒ کا بیان ہے کہ میں اپنے شہر مکہ کے لوگوں کو تراویح کی بیس رکعت پڑھتے دیکھا ہے

اور علامہ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ:

”وقال الثوری وأبو حنيفة والشافعی وأحمد بن داود قيام رمضان عشرون ركعة سوى الوتر لا يقام بأكثر منها استحبابا وذكر عن وكيع عن حسن بن صالح عن عمرو بن قيس عن أبی الحسين عن علی أنه أمر رجلا يصلی بهم فی رمضان عشرين ركعةوهذا هو الاختيار عندنا وبالله توفيقنا“(الاستذكار الجامع لمذاهب فقهاء الامصار: ۲/ ۷۰ كتاب الصلوة فی رمضان، دار الكتب العلميه بيروت)

حضرت سفیان ثوریؒ اور امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ اور امام احمد بن داؤد، وتر کے علاوہ تراویح کی بیس رکعات کے قائل ہیں، ان سے زیادہ رکعتیں پڑھنا بہتر نہیں ہے، اور حضرت وکیعؒ نے حسن بن صالح سے اور انہوں نے عمرو بن قیس سے اور انہوں نے ابوالحسین سیا ور انہوں نے حضرت علی المرتضیٰؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو رمضان میں بیس رکعتیں پڑھانے کا حکم دیا اور ہمارے نزدیک یہی پسندیدہ ہے اور توفیق تو اللہ تعالیٰ کے ذریعہ سے ہوتی ہے

فائدہ: مذکورہ روایات اور محدثین کے بیان سے یہ بات خوب واضح ہوگئی کہ صحابہ کرامؓ اور حضرات ائمہ اہل بیت بھی ماہ رمضان میں نماز عشاء کے بعد بیس تراویح کے قائل بلکہ عامل تھے، صرف نام کا فرق ہے کہ بعض حضرات انہیں نوافل اور بعض حضرات اسی نماز کو ”صلوٰۃ التراویح“ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ جمہور اہل علم اور ائمہ اربعہ کا قول وعمل اسی کے مطابق ہے۔

سیدنا حضرت علیؓ اور دیگر ائمہ اہل بیتؓ کے مذکورہ فرامین اور ان کے تعامل کے باوجود، بعض لوگوں کا تراویح سے انکار کرنا تعجب خیز ہی نہیں ائمہ کی مخالفت کا شاخسانہ بھی ہے۔

دنیا نے اپنے آپ کو بدلا گھڑی گھڑی
ایک اہل عشق ہیں کہ جہاں تھے وہیں رہے

عطاء محمد جنجوعہ (قسط نمبر 4)

دعوتی واصلاحی پیغام

متواتر احادیث سے حضور کا خاتم النبیین ہونا ثابت ہے۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے حسین وجمیل گھر بنایا لیکن ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی لوگ اس عمارت کے اردگرد گھومتے ہیں، اس کی عمدگی پر اظہار حیرت کرتے ہیں مگر کہتے ہیں کہ اینٹ کی جگہ پر کیوں نہ کر دی گئی؟ تو وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں'' (صحیح بخاری: ۳۵۷۵)

سلف صالحین اس امر پر متفق ہیں۔

''اگر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہوتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہوسکتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے زندہ رہتے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا'' (صحیح بخاری: ۶۱۹۴)

امت محمدیہ کا کوئی فرد چاہے ہاشمی خاندان سے نسبت رکھتا ہو، خواہ وہ کتنا ہی صاحب علم، زہد وتقویٰ کا حامل کیوں نہ ہو۔جس کے اعمال صالحہ میں خلوص وللّٰہیت کا جذبہ کوٹ کر بھرا ہوا ہو۔اہل سنت کے نزدیک اس کی عزت واحترام بجا لیکن وہ نبی کے امتیازی مرتبہ کا حامل نہیں ہوسکتا۔کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہی خاتم النبیین، خاتم المعصومین اور خاتم الوحی ہے اور قیامت تک آپ کے علاوہ کسی اور کی بلا مشروط اطاعت امت پر فرض نہیں۔قرب الٰہی اور اپنے گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں مضمر ہے۔

اہل سنت میں خلفاء محدثین، ائمہ کرام کا تصور تو ہے کہ انہوں نے رب ذوالجلال اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام مخلوق کو پہنچائے اور سمجھائے اس لیے ان کی دینی خدمات کا برملا اعتراف کرتے ہیں لیکن وہ کسی امام اور محدث کو نبی کے امتیازی اوصاف کا حامل نہیں سمجھتے۔

غالیوں کے نزدیک ائمہ کرام کے مرتبہ کا جداگانہ تصور ہے۔وہ اہل سنت کے نظریہ خلافت پر تنقید کرتے ہیں کہ تمہارے خلفاء ثلاثہ کو مہاجرین وانصار نے منتخب کیا ہے جبکہ ہمارے ائمہ کو اللہ نے خود نامزد کیا ہے۔وہ قرآنی آیات تطہیر کی رو سے اپنے ائمہ کو معصوم عن الخطاء ثابت کرتے ہیں۔ائمہ کی اطاعت فرض تو درکنار وہ ان مجتہدین کی اطاعت کو بھی فرض قرار دیتے ہیں۔جو ان کے ائمہ کرام سے فیض حاصل کرتے رہے۔غالیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جب ائمہ کو ضرورت محسوس ہوتی ہے تو روح القدس ان سے ملاقات کے لیے حاضر ہو جاتے ہیں۔

اس قسم کے نظریات ایران میں شائع ہونے والی کتب میں صراحت سے موجود ہیں چونکہ ان تک عوام الناس کی رسائی مشکل امر ہے۔میں ایسی کتاب کا حوالہ پیش کرتا ہوں جو پاکستان میں آسانی سے دستیاب ہوسکتی ہے۔

شیعہ کے نزدیک ''فخر الاولین والآخرین رئیس المحد ثین عالم ربانی حضرت علامہ'' باقر المجلسی الاصفہانی اپنے رسالہ لیلیہ میں تحریر کرتے ہیں:

''ثم لا بد ان تعتقد فی النبی والائمۃ انھم معصومون من اول العمر الیٰ آخرہ من صغائر الذنوب وکبائرھا وکذا جمیع الانبیاء والملائکۃ وانھم اشرف المخلوقات جمیعاً وانھم افضل من جمیع الانبیاء وجمیع الملائکۃ وانھم یعلمون علم ماکان وعلم مایکون الی یوم القیامۃ'' (اعتقادات امامیہ، ص ۵۷طبع مکتبہ سبطین کوٹ فرید سرگودھا۔)

''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ علیہم السلام کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ وہ اول عمر سے لے کر آخر تک (الغرض مہد سے لحد تک) ہر قسم کے صغیرہ کبیرہ گناہوں سے معصوم ومطہر ہیں اور یہی اعتقاد باقی تمام انبیاء مرسلین وملائکہ ومقربین کے متعلق لکھنا ضروری ہے۔ یہ بزرگوار تمام مخلوقات خداوندی سے اشرف واعلیٰ ہیں اور (سوائے خاتم الانبیاء کے باقی) تمام انبیاء ومرسلین اور ملائکہ مقربین سے افضل ہیں۔ وہ گذشتہ اور قیامت تک کے آیندہ (حتمی) حالات اور واقعات سے باخبر ہیں۔

اس کتاب کی تعریف وتقریظ میں مفتی جعفر حسین سربراہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ نے تحریر کیا ہے:

''رسالہ لیلیہ مجدد ملت جعفریہ آیت اللہ المجلسی کی تصنیف ہے جو عقائد صحیح اثنا عشریہ پر مشتمل ہے اس کا ترجمہ العلامۃ الحجۃ مولانا محمد حسین نے فرمایا ہے اور اس پر مفید حواشی بھی تحریر کیے ہیں۔ ہر مومن کو چاہیے کہ وہ اس سے استفادہ کرے اور اسے اپنے عقائد کی بنیاد قرار دے کیوں کہ یہی مذہب شیعہ کے صحیح عقائد ہیں جو اقوال واثار ائمہ سے مستنبط ہیں''۔ (ص۴)

شیعوں کے مجدد ملت کے مذکورہ عقیدہ سے صاف ظاہر ہے کہ نبوت کے خصوصی اوصاف ائمہ میں یقیناً موجود ہیں۔ مزید برآں ان میں چند نمایاں صلاحیتیں بھی بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ جن کی بنا پر وہ جمیع انبیاء کرام سے افضل ہیں۔ علامہ باقر مجلسی نے جمیع انبیاء کرام کے بعد کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا البتہ مترجم نے بریکٹ میں (سوائے خاتم الانبیاء) درج کیا ہے۔

مجتہد محمد حسین ڈھکو امام کے تقرر کی وضاحت کرتے ہیں:

''جس طرح نصب وتقرر نبی لوگوں کے بس کا روگ نہیں، اسی طرح نصب خلیفہ وامام بھی ان کے اختیار میں نہیں بلکہ نبی کے تقرر کی طرح خداوند عالم کے قبضہ قدرت میں ہے'' (اثبات الامامت، ص ۱۹)

آپ کے بقول نبوت کی طرح امامت کا تقرر اللہ کے قبضہ میں ہے تو نبوت کا دروازہ بند کر کے امامت کا دروازہ کھولنے کا کیا مقصد؟

قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (النساء:۵۹)

اس آیت کی روشنی میں اللہ اور رسول کی اطاعت غیر مشروط ہے اور امام کی غیر مشروط کیوں؟

اگر ائمہ کرام پر وحی کا نزول جاری رہتا ان کا اجتہاد معصوم عن الخطاء ہوتا تو عام مسلمانوں کی امام سے تنازعہ کی صورت پیدا نہ ہوتی۔ اگر نبی کی طرح امام پر وحی کا سلسلہ جاری رہتا تو امام کی بجائے اللہ اور رسول کی طرف پلٹنے کا حکم کیوں ہے؟ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا دروازہ بند ہوگیا۔ اگر اللہ کی طرف سے امام کے تقرر کا سلسلہ جاری رہتا تو اللہ امت محمدیہ پر ذمہ داری نہ ڈالتا تم بہترین امت ہو جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔

(كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ) (آل عمران: ۱۱۰)

صدر موتمر علماء شیعہ پاکستان محمد حسین نجفی اصول امامت کی وضاحت کرتے ہیں:

''آیا امامت اصول میں شامل ہے یا فروع میں داخل؟ حقیقت امر یہ ہے کہ امامت اصول مذہب سے ہے کیونکہ جو چیز اس قدر اہم ہو جس کے وجود کے ساتھ دین کی بقاو دوام وابستہ ہو اور اس کے بغیر بعثت رسول کی غرض وغایت بلکہ تمام انبیاء ومرسلین کی نبوتیں ورسالتیں اکارت و برباد ہوتی ہوں تو یقیناً وہ چیز اصول سے ہوگی نہ فروع سے۔ (اثبات الامامت ص ۱۸)

اس تحریر کی روشنی میں اگر امامت اس قدر اہم تھی جس کے بغیر بعثت رسول کی غرض اکارت و برباد ہو جانا یقینی تھا تو ان ائمہ کرام کے نام قرآن میں مذکورہ کیوں نہیں؟

☆ شیعہ صاحبان انبیاء کی طرح ائمہ کی بعثت، عصمت وجوب اطاعت اور نزول وحی کے قائل ومعتقد ہیں۔ تو ذہن میں سوال جنم لیتا ہے کہ اگر نبوت اور امامت کے اوصاف میں یکسانیت ہے تو ان میں امتیازی فرق کون سا ہے۔

☆ نبوت کا دروازہ بند کر کے انہی اوصاف حمیدہ کی حامل امامت کا دروازہ کھولنے میں کیا حکمت ہے۔

☆ اگر ائمہ اثناء عشریہ بھی انبیاء کرام جیسے اوصاف کے حامل ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کا تاج پہنانے کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟

اہل سنت خلفاء راشدین کی عصمت بعثت ونزول وحی کا عقیدہ ہرگز نہیں رکھتے۔ تعجب ہے کہ وہ منبر رسول کے حق دار بن گئے اور نبوی اوصاف کے حامل ائمہ خلافت کی ذمہ داری سے محروم کیوں ہو گئے؟

اللہ سبحانہ نے گزشتہ انبیاء کا قرآن حکیم میں تذکرہ کیا ہے۔ بقول شیعہ ان سے برتر واعلیٰ اوصاف کے حامل ائمہ کرام کی پیش گوئی قرآن میں کیوں نہیں کی گئی۔ قرآن میں متقی لوگوں کی علامات بیان کی گئی ہیں۔

(وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ) (البقرہ: ۴)

''اور جولوگ کہ ایمان لاتے ہیں ساتھ اس چیز کے جو اتاری گئی ہے طرف تیری اور جو اتاری گئی ہے پہلے تجھ سے اور ساتھ آخرت کے وہ یقین رکھتے ہیں۔''

چند غور طلب پہلو ہیں:

اگر ائمہ اثنا عشریہ پر بدستور وحی آتی رہی تو اللہ نے مومنوں کو قرآن میں گزشتہ انبیاء کرام پر نازل ہونے والی وحی پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ائمہ پر اترنے والی وحی پر ایمان لانے کا ارشاد قرآن میں کیوں نہیں دیا؟

قرآن حکیم اللہ احکم الحاکمین کی لاریب کتاب ہے۔ اہل السنۃ کا عقیدہ ہے کہ اس میں کسی قسم کی تحریف نہیں ہوئی۔ آج تک اس میں نہ کسی آیت کا اضافہ ہوا ہے نہ کمی، جس حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ کر اس دنیا سے تشریف لے گئے اسی حالت میں موجود ہے۔

اہل سنت کے برعکس غالیوں کے نزدیک موجودہ قرآن اصلی نہیں، اس کا بہت بڑا حصہ حذف کر دیا گیا۔ وہ قرآن جو اللہ کی طرف سے جبرائیل علیہ السلام لے کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے تھے۔ اس میں سترہ ہزار آیات تھیں۔ چنانچہ شیعہ مجتہدین کا موقف ہے کہ اگر قرآن اصلی حالت میں ہوتا تو اس میں ائمہ کرام کے حقوق وفضائل ومناقب کا بیان ضرور ہوتا اور بارھویں امام کے غائب اور نمودار ہونے کا ذکر ہوتا۔ شیعہ محدثین وفقہاء نے اپنی کتب میں اصل قرآن کی روئیداد کچھ اس طرح بیان کی ہے۔

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد نبی کی وصیت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قرآن جمع کر کے مہاجرین وانصار پر پیش کیا تو عمرؓ مہاجرین وانصار کے عیوب ونقائص پر مبنی آیات دیکھ کر کہنے لگے، علی اسے واپس لے جاؤ۔ ہمیں اس کی ضرورت نہیں تو علی علیہ السلام کہنے لگے میں قرآن اس لیے لایا تھا کہ تم پر حجت قائم ہو جائے، اب میرے جمع کردہ قرآن کو صرف ائمہ کرام ہی ہاتھ لگا سکیں گے جو میری نسل سے ہوں گے۔ جب قائم (بارھواں امام) غار سے نکلے گا تو وہ قرآن اسی کے پاس ہوگا۔ وہ لوگوں کو اس پر عمل کرنے کی ترغیب دے گا۔''

(احتجاج طبرسی، ص ۷۶، مطبوعہ ایران، ۱۳۰۲، بحوالہ وسنہ ص ۹۴ تا ۹۵)

شیعہ سلطان المتکلمین علامہ محمد حسین نے احسن الفوائد فی شرح العقائد میں تحریر کیا ہے:

''حضرات ائمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین نے بھی اسی قرآن کی تصدیق وتوثیق فرمائی ہے۔ تمام امت اسلام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ قرآن مجید وہ برحق کتاب ہے جس میں ہرگز کوئی شبہ نہیں۔'' (ص ۴۸۱)

علامہ مذکور نے خود صحت کا اقرار کیا تاہم تحریف کے قائل طبقہ کی خوب وکالت کی۔

''ہمارے جو علماء کرام اس نظریہ (تحریف) کے قائل ہیں وہ بھی اس نظریہ کی صحت پر دلائل رکھتے ہیں۔ ذیل

میں ان کے چند ادلہ کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

قائلین تحریف کی پہلی دلیل:

یہ روایات اس قدر کثیر التعداد ہیں کہ ان سب کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ علامہ مجلسی رحمہ اللہ نے مراۃ العقول میں ان کے تواتر کا ادعا فرمایا اور اس قدر صریح الدلالہ ہیں کہ ان میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔

دوسری دلیل: خلیفہ سوم کے عہد میں کسی کے پاس کچھ اجزاء قرآن مجید ہوں مگر اس کی قرآنیت پر دو گواہ موجود نہ ہوں لہٰذا ان کا لایا ہوا جز قبول نہ کیا گیا ہو۔

تیسری دلیل: جن لوگوں کو ان جامعین قرآن کے ایمان میں ہی کلام ہے اور ان کے مساعی وجہود کو کسی جذبہ دینی پر محمول کرنے کے لیے بھی تیار نہیں...... باقی رہا یہ خیال کہ اس طرح موجودہ قرآن سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ یہ خیال غلط ہے کیونکہ یہ اعتماد اس لیے ختم نہیں ہوتا کہ حقیقی محافظان اسلام وقرآن یعنی ائمہ اہل بیت علیہم السلام نے اس کے قرآن ہونے کی تصدیق کر دی ہے اور جہاں جہاں جامعین نے تحریف کی تھی ان مقامات کی نشاندہی بھی فرمادی ہے۔ لہٰذا اس نظریہ کے قائل بھی موجودہ قرآن پر دوسرے مسلمانوں کی طرح ایمان رکھتے ہیں۔

چوتھی دلیل: پیغمبر اسلام کا ارشاد ہے جو کچھ بھی پہلی امتوں میں واقع ہوا ہے بعینہ وہ میری امت میں بھی واقع ہوگا۔

پانچویں دلیل...... جامع قرآن کی کوئی خاص غرض پوشیدہ تھی جس کے تحت اس قدر اہتمام کیا گیا تھا اور وہ غرض قانون شریعت کی کتاب میں تحریف وتغیر کر کے دین اسلام کو متغیر ومتبدل کرنا ہی ہو سکتی ہے۔

(جاری ہے)

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

مولانا اعجاز صمدانی

نقشہ برائے ادائیگی زکوٰۃ

(الف) وہ اثاثے جن پر زکوٰۃ واجب ہے:

(۱) سونا (خواہ کسی شکل میں ہو) ------------------------------ مثلاً اس کی قیمت: 50,000/-

(۲) چاندی (خواہ کسی شکل میں ہو) ------------------------------ // ----------- 10,000/-

(۳) مالِ تجارت یعنی بیچنے کی حتمی نیت سے خریدا ہوا مال، مکان، زمین [۱] ------------- 300,000/-

(۴) بینک میں جمع شدہ رقم --- 100,000/-

(۵) اپنے پاس موجود نقد رقم --- 100,000/-

(۶) ادھار رقم (جس کے ملنے کا غالب گمان ہو)

خواہ نقد رقم کی صورت میں دی ہو یا مالِ تجارت بیچنے کی وجہ سے واجب ہوئی ہو -------- 50,000/-

(۷) غیر ملکی کرنسی (موجودہ ریٹ سے) --- 10,000/-

(۸) کمپنی کے شیئرز جو تجارت (Capital Gain) کی نیت سے خریدے ہوں۔

ان کی پوری قیمت (موجودہ مارکیٹ ویلیو) ----------------------------------- 50,000/-

(۹) جو شیئرز نفع (Dividend) کی غرض سے خریدے گئے، ان میں کمپنی کے ناقابل زکوٰۃ اثاثے (Operating Assets) جیسے بلڈنگ، مشینری وغیرہ کو منہا کیا جا سکتا ہے۔

(اور بہتر یہ ہے کہ احتیاطاً ان کی پوری قیمت لگائی جائے) ------------------------ 50,000/-

(۱۰) بچت سرٹیفکیٹ جیسے FEBC, NDFC, NIT (صرف اصل رقم پر زکوٰۃ ہوگی) [۲] 100,000/-

(۱۱) کسی جگہ اپنی امانت رکھوائی ہوئی رقم، سونا، چاندی، مال تجارت ------------------- 10,000/-

(۱۲) کمیٹی (بیسی) میں اپنی جمع شدہ رقم۔ (جبکہ بیسی وصول نہ ہوئی ہو) ---------------- 10,000/-

---

(۱) اگر بیچنے کی نیت نہ ہو بلکہ کرایہ پر دے کر کمانے کی نیت ہو یا ویسے ہی سرمایہ محفوظ کرنے کے لیے کوئی جائیداد خریدی تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

(۲) اگرچہ موجودہ حالات میں ان کا خریدنا جائز نہیں۔

(۱۳) خام مال جو مصنوعات بنا کر فروخت کرنے کے لیے خریدا گیا------------------ 200,000/-

(۱۴) تیار شدہ مال کا اسٹاک-- 20,000/-

(۱۵) کاروبار میں شراکت کے بقدر حصہ (قابل زکوٰۃ اثاثوں کی مالیت مع نفع)---------- 50,000/-

کل مالِ زکوٰۃ کی مالیت رقم کی شکل میں------- 11,10,000/-

(ب) جو رقم منہا کی جائے گی:

(۱) واجب الاداء قرضہ (۱)--------------------------مثلاً------------------ 10,000/-

(۲) کمیٹی (بیسی) کے بقایاجات۔ (اگر یہ کمیٹی مل چکی ہو)---------//------------ 100,000/-

(۳) یوٹیلیٹی بلز جو زکوٰۃ نکالنے کی تاریخ تک واجب ہو چکے ہوں------//------------- 10,000/-

(۴) پارٹیوں کی ادائیگیاں جو ادا کرنی ہوں----------------//------------------ 100,000/-

(۵) ملازمین کی تنخواہیں، جو زکوٰۃ نکالنے کی تاریخ تک واجب ہو چکی ہوں------------ 100,000/-

(۶) گزشتہ سال کی زکوٰۃ کی رقم، اگر ابھی تک ذمہ باقی ہو-------------------------- 10,000/-

(۷) قسطوں پر خریدی ہوئی چیز کی واجب الاداء قسطیں------------------------------ 10,000/-

---

وہ کل رقم جو منہا کی جائے گی---------- 3,80,000/-

کل مالِ زکوٰۃ (رقم)-------------- 11,10,000/-

وہ رقم جو منہا کی جائے گی------------ 3,80,000/--

وہ رقم جس پر زکوٰۃ واجب ہے--------- 7,80,000/-

مقدارِ زکوٰۃ: (قابلِ زکوٰۃ رقم کو چالیس پر تقسیم کریں)------------ 18,250/-

نوٹ: یہاں تمام رقوم کو بذریعہ مثال واضح کیا گیا ہے۔ آپ اپنے اموال کی حقیقی قیمت درج کر کے مندرجہ بالا طریقہ اختیار کریں۔ آپ ان اموال کی قیمت درج فرمائیں جو آپ کے پاس موجود ہوں اور مذکورہ نمونے کے مطابق زکوٰۃ کا حساب نکالیں۔

(۱) البتہ وہ بڑے بڑے پیداواری قرضے جن سے ناقابلِ زکوٰۃ اموال خریدے جائیں، منہا نہ ہوں گے۔ (اسلام اور جدید معیشت وتجارت ص ۹۴)

دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی

زکوٰۃ کے مسائل

زکوٰۃ کن چیزوں پر فرض ہے؟

سوال: کن کن چیزوں پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے؟

جواب: مندرجہ ذیل چیزوں پر زکوٰۃ فرض ہے۔

(۱) سونا جب ساڑھے سات تولہ (87.479 گرام) یا اس سے زیادہ ہو۔

(۲) چاندی جب ساڑھے باون تولہ (612.35 گرام) یا اس سے زیادہ ہو۔

(۳) نقد روپیہ اور مال تجارت، بشرطیکہ مال تجارت کی قیمت چاندی کے نصاب (ساڑھے باون تولہ چاندی) کے برابر ہو۔

مال تجارت سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کو خریدتے وقت آگے بیچ کر نفع کمانے کا ارادہ ہو اور اب تک بیچنے کی نیت بھی برقرار ہو، لہٰذا مکان، پلاٹ یا دیگر سامان جو بیچنے کے لیے خریدے گئے ہوں اور اب بھی یہی ارادہ ہو تو ان پر زکوٰۃ فرض ہوگی، ہاں اگر یہ سامان ذاتی استعمال کے لیے ہو، یا مکان اس نیت سے خریدا ہو کہ کرایہ پر دے کر نفع حاصل کریں گے تو ان صورتوں میں زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔

(۴) مذکورہ بالا اشیاء کے مجموعے پر یعنی کسی کے پاس کچھ سونا ہے، کچھ چاندی ہے، تھوڑے سے نقد پیسے ہیں اور کچھ مال تجارت ہے اور ان سب کی مجموعی مالیت چاندی کے نصاب (ساڑھے باون تولہ) کے برابر ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔

واضح رہے کہ سونا، چاندی اور مال تجارت کا چالیسواں حصہ (یعنی ڈھائی فیصد) زکوٰۃ دینا ضروری ہے۔

(۵) چرنے والے مویشیوں پر بھی زکوٰۃ فرض ہوتی ہے، اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری، ہر ایک کا الگ مستقل نصاب ہے، مقامی علمائے کرام سے پوچھ کر اس پر عمل کیا جائے۔

(۶) زمین سے جو پیداوار حاصل ہوتی ہے اس پر "عشر" کی ادائیگی فرض ہوتی ہے، اگر زمین بارش کے پانی سے سیراب کی گئی ہے تو دسواں حصہ اور اگر کنویں (ٹیوب ویل) کے پانی سے یا نہری پانی خرید کر سیراب کی گئی ہے تو بیسواں حصہ عشر میں دینا فرض ہے۔

(۷) فیکٹریوں، ملوں اور کارخانوں کے شیئرز پر بھی زکوٰۃ فرض ہے بشرطیکہ ان کی قیمت چاندی کے نصاب (ساڑھے باون تولہ) کے برابر ہو۔ مشینری، فرنیچر اور استعمال کی چیزوں پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

زیورات پر زکوٰۃ:

سوال: (۱) سونے اور چاندی کے زیورات پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے یا نہیں؟

(۲) عورت جو زیورات استعمال کرتی ہے اس میں کچھ زیورات والدین کی طرف سے ہوتے ہیں اور کچھ شوہر کی طرف سے تو ان زیورات کی زکوٰۃ کون ادا کرے؟ والدین، شوہر یا عورت؟

(۳) زیورات کی زکوٰۃ کب ادا کرنا فرض ہے؟

جواب: (۱) سونا اور چاندی سے بنی ہوئی چیز اگر نصاب کے برابر ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے، مثلاً زیور، برتن، سونے اور چاندی کے بٹن وغیرہ، چاہے استعمال کرنے کے لیے ہوں یا تجارت کی نیت سے رکھے ہوئے ہوں یا کسی کو تحفے میں دینے کے لیے ہوں۔

(۲) والدین اور شوہر کی فرف سے دیے گئے زیورات اگر عورت کو ملکیت کے طور پر دیے گئے ہیں تو ان کی زکوٰۃ عورت پر فرض ہے والدین اور شوہر پر نہیں ہاں اگر والدین اور شوہر خوشی سے بیوی کے کہنے پر بیوی کی طرف سے زکوٰۃ ادا کریں تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ اور اگر صرف پہننے کے لیے والدین یا شوہر کی طرف سے عاریت کے طور پر دیے گئے ہیں تو والدین اور شوہر پر زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔

(۳) عورت جس دن صاحب نصاب ہو جائے اس وقت سے چاند کے بارہ قمری مہینے گزرنے پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔

گزشتہ برسوں کی زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ:

سوال: اگر کئی سال سے زیورات کی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی ہے تو اب کس طرح زکوٰۃ ادا کی جائے؟

جواب: گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سونے اور چاندی کی جو مقدار پہلے سال تھی اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دیا جائے، پھر دوسرے سال چالیسواں حصے کی مقدار منہا کر کے بقیہ کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دیا جائے۔ اسی طرح ہر سال کا حساب لگا کر باقی ماندہ کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دیا جائے۔

بیٹی کے لیے رکھے ہوئے زیورات پر زکوٰۃ:

سوال: بیٹی کو جہیز میں دینے کے لیے والدین کے پاس جو سونا اور چاندی موجود ہے اس پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟ اگر فرض ہے تو والدین پر یا لڑکی پر؟

جواب: اگر والدین نے بیٹی کو زیورات کا مالک بنا دیا ہے اور بیٹی بالغہ ہے تو سال گزرنے کے بعد اس پر زکوٰۃ فرض ہے اور اگر نابالغہ ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں، بیٹی کو اگر مالک نہیں بنایا گیا ہے تو زیورات والدین کی ملکیت شمار ہوں گے اور والدین پر زکوٰۃ فرض ہو گی۔

قیمت فروخت کے مطابق زکوٰۃ ادا کرنا:

سوال: سونا، چاندی اور تجارت کی چیزوں کی قیمت خرید کا اعتبار کر کے زکوٰۃ کی جائے یا قیمت فروخت کا اعتبار کر کے؟

جواب: قیمت فروخت (یعنی زکوٰۃ فرض ہونے کے دن بازار کی قیمت) کے اعتبار سے زکوٰۃ ادا کی جائے۔

ضرورت سے زائد چیزوں پر زکوٰۃ:

سوال: ہمارے علاقے میں شادی کے موقع پر عورت کے جہیز کے سامان میں ایسے برتن اور ایسے بستر موجود ہوتے ہیں جن کے استعمال کی ضرورت بالکل نہیں ہوتی، نیز شادی بیاہ کے وقت عورت کے پاس چالیس سے پچاس تک کپڑوں کے جوڑے موجود ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ شوکیس اور الماری بھی موجود ہوتی ہے، کیا اس عورت پر زکوٰۃ قربانی فرض ہے؟

جواب: زیورات کے علاوہ استعمال کی چیزوں پر زکوٰۃ نہیں خواہ وہ ضرورت سے زائد ہوں البتہ اگر ضروریات اصلیہ سے زائد چیزوں کی قیمت نصاب زکوٰۃ کے برابر ہے تو مذکورہ عورت پر قربانی اور صدقہ فطر لازم ہے زکوٰۃ واجب نہیں اور اس نصاب پر سال کا گزرنا شرط نہیں۔

لیکن سونا چاندی، نقدی، سامانِ تجارت یا زیورات اگر بقدر نصاب ہوں اور ان پر سال گزر جائے تو ہر صورت میں زکوٰۃ فرض ہے خواہ وہ زیر استعمال ہوں یا نہ ہوں۔

گاڑی کی کمائی پر زکوٰۃ:

سوال ا: ایک شخص نے تقریباً 20 لاکھ روپے کی ایک گاڑی کمائی کے لیے خریدی تو ان 20 لاکھ روپے (جن سے گاڑی خریدی) پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

۲: یہی گاڑی جو کمائی کے لیے خریدی گئی اگر اچھے داموں میں بکتی ہے تو یہ شخص اس کو بیچتا بھی ہے، یعنی ایک لحاظ سے اس نے یہ گاڑی کمائی کے لیے خریدی ہے اور دوسرے لحاظ سے اگر اس کو بیچنے میں فائدہ ہو تو پھر بیچتا بھی ہے تو آیا اس میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

۳: اسی گاڑی سے جو کمائی کی جاتی ہے وہ گھر کے تمام اخراجات سے زیادہ ہے یعنی اس گاڑی کی کمائی کو یہ آدمی جمع کرتا ہے تو اس صورت میں گاڑی کے 20 لاکھ میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

جواب: تینوں صورتوں میں گاڑی کی اصل قیمت (جو 20 لاکھ ہے) پر زکوٰۃ نہیں، اس لیے کہ گاڑی حصول نفع کا آلہ اور ذریعہ ہے۔ البتہ گاڑی کی کمائی جب نصاب زکوٰۃ کو پہنچ جائے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔

رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا:

سوال: رشتہ داروں میں سے کس کو زکوٰۃ دینا درست ہے کس کو نہیں؟

جواب: والدین کا اپنی اولاد کو اور اولاد کا اپنے والدین کو زکوٰۃ دینا درست نہیں، اسی طرح میاں بیوی بھی ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے، ان کے سوا باقی رشتہ دار مثلاً بھائی، بہن، چچا، ماموں، خالہ وغیرہ اگر مستحق زکوٰۃ ہوں تو ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے بلکہ اس میں دگنا ثواب ہے ایک ثواب زکوٰۃ دینے کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔

ائمہ مساجد کو زکوٰۃ دینا:

سوال: ہمارے ہاں مساجد میں ائمہ حضرات کو اس شرط پر مقرر کیا جاتا ہے کہ ان کو تنخواہ نہیں دیں گے بلکہ ان سے طے کیا جاتا ہے کہ آپ کو زکوٰۃ دیں گے، فطرانہ دیں گے اور بقر عید کے موقع پر چرم قربانی (یعنی کھال) دیں گے، ائمہ مساجد کا ان چیزوں پر راضی ہو کر ان کو وصول کرنا شرعی نقطہ نظر سے کیسا ہے؟

جواب: ائمہ مساجد کو زکوٰۃ، صدقات واجبہ بطور تنخواہ دینا اور لینا دونوں جائز نہیں، اگر کسی نے ان کو زکوٰۃ یا صدقات واجبہ بطور تنخواہ دے دیے تو اس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، اس لیے کہ اگر یہ ائمہ غنی اور صاحب نصاب ہیں تو تمام کتب فقہ میں تصریح موجود ہے کہ غنی کو زکوٰۃ دینا درست نہیں، اگر صاحب نصاب نہ ہوں، تو عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ ان کو امامت کے عوض اجرت میں زکوٰۃ وصدقات واجبہ دیے جارہے ہیں، جبکہ زکوٰۃ وصدقات واجبہ کسی کو چیز کے عوض اور اجرت میں دینا جائز نہیں، زکوٰۃ ادا ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ دینے والے کی کوئی منفعت اس مال سے متعلق نہ ہو۔

مال زکوٰۃ کا گم ہوجانا:

سوال: میں نے زکوٰۃ کے پیسے رمضان کے مہینے میں نکالے تھے، اس میں سے مستحق لوگوں کو روپیہ دے رہا تھا اور وہ پیسے دکان پر رکھے تھے ایک تھیلی کے اندر اور اندازاً 2000 روپے اس میں موجود تھے، اب وہ تھیلی دکان میں نہیں مل رہی یا تو ملازم نے چوری کر لی یا کوئی اور بات ہوگئی ہے۔ آپ بتائیں کہ جو زکوٰۃ کے روپے دکان سے غائب ہوئے ہیں وہ مجھے دوبارہ دینے ہیں یا میری زکوٰۃ ادا ہوگئی ہے؟

جواب: زکوٰۃ کی رقم میں سے جتنی مقدار فقیروں کو دی گئی ہے، زکوٰۃ کی اتنی مقدار ادا ہوگئی باقی جتنی رقم گم ہوگئی ہے اتنی ہی رقم دوبارہ دینا ضروری ہے محض زکوٰۃ کی رقم الگ کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

پیشگی زکوٰۃ دینا:

سوال: مجھے معلوم یہ کرنا ہے کہ رمضان کے مہینہ میں زکوٰۃ نکالنی ہے اور اس کے لیے میں بہت پریشان ہوں اور زکوٰۃ بھی لازمی نکالنی ہے، لہٰذا زکوٰۃ کس طرح نکالی جائے؟ زکوٰۃ پیشگی بھی دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: پیشگی زکوٰۃ دینا جائز ہے اور زکوٰۃ کے ادا کرنے کے لیے شریعت نے رمضان یا کوئی دوسرا مہینہ مقرر نہیں کیا بلکہ جس وقت سے نصاب کا مالک ہوا اسی وقت سے سال پورا ہونے پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے اس میں بہتر یہ ہے کہ فوراً زکوٰۃ ادا کردی جائے لیکن اگر زکوٰۃ ادا کرنے میں تاخیر کردی تو بھی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی۔

زکوٰۃ پہنچانے کا کرایہ مدِ زکوٰۃ سے دینا:

سوال: ایک شخص کتابوں کا کاروبار کرتا ہے، سال پورا ہونے پر کتابوں ہی کو زکوٰۃ میں ادا کرنا چاہتا ہے زکوٰۃ کی مد کی کتابیں دینی مدرسہ میں دینا چاہتا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ مدرسہ تک پہنچانے کے لیے جو کرایہ لگے گا وہ بھی زکوٰۃ کی مد میں سے دے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: زکوٰۃ کے لیے ضروری ہے کہ رقم مستحق زکوٰۃ کو مالکانہ طور پر تملیکاً بلاعوض دی جائے اور مال زکوٰۃ کو کرایہ میں دینا تملیک بلاعوض نہیں ہے، لہٰذا مال زکوٰۃ سے کرایہ ادا کرنا جائز نہیں۔

البتہ یہ صورت ہوسکتی ہے کہ آپ جس ادارے یا فرد کو کتابیں دینا چاہتے ہیں اس کے کسی آدمی کو بلا کر اور کتابوں میں سے کچھ کم کرکے اس کی جگہ کرایہ کی رقم کے بقدر مدِ زکوٰۃ میں سے اسے دے دیں، وہ اپنے قبضے میں لے کر کرایہ پر خرچ کرے، یا کتابیں کچھ رقم کے ساتھ کسی کے ساتھ بھیج دیں وہ مستحق فرد دونوں چیزیں وصول کرکے پھر اسی رقم کو کرایہ

میں ادا کردے۔

ہسپتال میں زکوٰۃ کا پیسہ لگانا:

سوال: کیا کسی خیراتی ہسپتال میں زکوٰۃ کی رقم اس طرح استعمال کرنا جائز ہے کہ اس رقم سے دوائیں خرید کر مریضوں کو مفت دی جائیں ہسپتال کا عملہ اور ڈاکٹروں کو اس سے تنخواہ اور دیگر ہسپتال کی ضروریات پوری کی جائیں؟

نیز ایسے ہسپتال کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں جہاں زکوٰۃ مذکورہ بالا طریقہ پر استعمال ہوتی ہو؟

جواب: مذکورہ صورتوں میں صرف پہلی صورت میں زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے یعنی زکوٰۃ کی رقم سے دوائیں خرید کر مستحق مریضوں کے درمیان مفت تقسیم کی جائیں، مال زکوٰۃ سے ہسپتال کی تعمیر اور اس کے لیے آلات خریدنا ڈاکٹروں کو فیس اور ہسپتال کے عملہ وغیرہ کو تنخواہیں دینا جائز نہیں۔

البتہ اگر زکوٰۃ کی رقم پہلے مستحق مریضوں کو دی جائے پھر مریض ہسپتال والوں کے واجبات اس سے ادا کریں تو ہسپتال کے منتظمین جہاں چاہیں اس کو استعمال کر سکتے ہیں۔

بی سی (کمیٹی) پر زکوٰۃ دینے کا طریقہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ بی سی پر زکوٰۃ کا طریقہ کار کیا ہوگا؟

جواب: بی سی (کمیٹی) کی حقیقت قرض کی سی ہے کہ مثلاً دس آدمی باہمی رضامندی سے ماہانہ ایک ایک ہزار روپے جمع کرتے ہیں اور یہ طے کرتے ہیں کہ ہر مہینہ ایک آدمی کو جمع شدہ رقم دی جائے گی اور آدمی کی تعیین قرعہ کے ذریعہ سے پہلے ہی کر لیتے ہیں کہ اس مہینہ فلاں آدمی ہے اور آئندہ دوسرا، اسی طرح دس کے دس مکمل ہو جاتے ہیں۔

اس سے یہ واضح ہوا کہ ہر آدمی بی سی ملنے سے پہلے قرض دینے والا ہوتا ہے اور بی سی ملنے کے بعد قرض لینے والا ہوتا ہے، مثلاً ایک آدمی کی باری پانچویں مہینہ میں آئی تو اب وہ آدمی پانچ مہینہ تک دوسروں کو قرض دے رہا تھا اور اب پانچویں مہینہ میں بی سی ملنے کے بعد وہ پانچ ہزار کا مقروض ہو جائے گا بقیہ دسویں مہینہ تک۔

اب بی سی یا کمیٹی پر زکوٰۃ کا طریقہ کار یہ ہوگا کہ جس دن اس شخص کی زکوٰۃ کا سال پورا ہوتا ہے، مثلاً یکم رمضان، اس دن اگر وہ بی سی وصول کر چکا ہے تو جتنے مہینوں کی رقم ادا کرنی باقی ہے اتنی رقم کے بقدر مقروض ہے اس قرض کو اپنے دوسرے قابل زکوٰۃ مال سے نکال کر بقیہ کی زکوٰۃ ادا کرے، اگر اس دن تک اس نے بی سی وصول نہیں کی تو جتنے پیسے وہ بی سی میں جمع کر رہا ہے گویا اس نے دوسروں کو قرض دیے ہیں جو یہ اپنے وقت پر وصول کرلے گا، بی سی وصول کرنے کے بعد اس میں سے جتنی رقم آئندہ بی سی میں بھرنی ہے اس کو نکال کر باقی کی زکوٰۃ ادا کرے گا۔

(ماہنامہ ''الفاروق'' کراچی)

حبیب الرحمٰن بٹالوی

امارت دل دُکھاتی ہے

میرے ہمدم! میرے ساتھی
سُنو! اک بات نصیحت کی
کہ اک دن فرشِ مسجد پر
بیٹھے تھے میرے ہادیؐ
اُنہی کا ہے یہ فرمانا
کہ کام سے فراغت پر
جب بھی اپنے گھر آنا
برائے اہلِ خانہ تم
اگر کچھ ہاتھ میں لانا
تو اُس سے کچھ غریبوں کے
بچوں کو بھی دے آنا
کہ دولت یہ امیروں کو
جو دیتا ہے وہ داتا ہے
اُس میں کچھ یتیموں کا بھی
حصہ مل کے آتا ہے
اور اگر تم نے غریبوں کا
وہ حصہ بھی جو کھا ڈالا
تو پھر یہ عین ممکن ہے
یتیموں اور غریبوں کے
وہ دل سے اُٹھنے والی ہوک
تمہارے سارے گھر کو ہی
جلا کر راکھ کر ڈالے
کہ حسرت اور محرومی
اک ایسی آگ ہے پیارے!
کہ بھوکوں اور یتیموں کو
رلاتی ہے، ستاتی ہے
اِمارت دل دُکھاتی ہے

ڈاکٹر عبدالرازق

مجلس احرار اسلام کا قیام ۔ مقاصد، نصب العین اور حکمتِ عملی

خطاب: جانشین امیرِ شریعت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری

(نومبر 1966ء / برکت علی ہال لاہور)

1966ء میں مولانا عبیداللہ احرار رحمہ اللہ مجلس احرار اسلام پاکستان کے صدر اور مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے۔ صدرِ احرار کے اعزاز میں برکت علی ہال لاہور میں استقبالیہ تقریب منعقد ہوئی۔ جس کے مہمان خصوصی مدبر احرار ماسٹر تاج الدین انصاری رحمہ اللہ تھے۔ اس تقریب سے حضرت مولانا سید ابوذر بخاری نے جو خطاب فرمایا، وہ مجلس احرار کی آئندہ پالیسی اور بیانیے پر مشتمل ہے۔ یہ خطاب مجلس کی تاریخ پر ایک بھرپور اور جامع خطاب ہے، جو آج بھی احرار کارکنوں کے لیے بہترین رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ ہمارے محترم بھائی ڈاکٹر عبدالرازق نے اس اہم خطاب کو آڈیو ریکارڈنگ سے کاغذ پر منتقل کیا، جسے قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ خطباتِ ابوذر کی اشاعت کا یہ مبارک سلسلہ جاری رہے گا۔ ان شاءاللہ (مدیر)

الحمد للہ ولہ الخلق والحمد وحدہ. والصلوٰۃُ وَالسلامُ علٰی من بُعِثَ لاتمِّمَ مکارم الأخلاق ولا نبیِّ ولا رسول بعدہ. و علٰی الہٖ وصحبہِ الَّذین ھم خلاصۃ العربِ العَرباءِ وخیر الخلائِق بعدَ الانبیاء .وھم کالنُّجومِ فی السَّماءِ للا قتداءِ والا ھتداء. الذین أوفوعھدہ.

صدرِ محترم، بزرگانِ ملت، برادرانِ عزیز! وقت بالکل ختم ہے، تقریر مقصود نہیں۔ اس بابرکت اور پرنور محفل میں شرکت اصل مُدَّعا تھا۔ دل بلّیوں اچھل رہا ہے، اور ساتھ ہی جیسا کہ سپاس نامہ میں برادرِ محترم بھٹہ صاحب نے اشارہ کیا، غم کی گھٹا بھی دلوں پر چھائی ہوئی ہے۔ ہم عجیب وغریب اور متضاد قسم کے حالات سے اس وقت دوچار ہیں۔ بہت سی نورانی صورتیں آنکھوں سے اوجھل ہیں۔ جن کا آج یہاں موجود ہونا ہماری سب سے بڑی سعادت ہوتی۔ تاہم غنیمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابھی کچھ چہرے ہمارے سامنے باقی رکھ رکھے ہیں۔ میری تہہ دل سے دعا ہے کہ اللہ پروردگارِ عالم ہمیں اُن کی قیادت میں، رہنمائی میں، بزرگانہ شفقت کے ساتھ اُن کا اعتماد حاصل کرتے ہوئے اس چندروزہ زندگی میں کچھ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مجھے...... جیسا کہ حکم کیا گیا ہے، دوچار باتیں جماعت کے متعلق عرض کرنی ہیں۔

مجلسِ احرارِ اسلام کا تخیُّل تو بہت پرانا ہے اور کچھ نہ کچھ تاریخ سے آپ جیسے حضرات واقف ہیں، 1929ء میں اس کی تشکیل کسی نہ کسی صورت میں وقوع پذیر ہوئی اور گیارہ جولائی 1930ء کو اس کا پہلا باضابطہ اجلاس ہوا، اس پینتیس، چالیس سال کی زندگی میں سب سے پہلی حالت تقسیمِ ملک سے قبل کی ہے۔ جماعتی تشکیل کے وقت، مجلس کے دستور میں کچھ بنیادی باتیں ذکر کی گئی تھیں۔ اُن میں دو لفظ زیادہ قابلِ غور ہیں کہ مجلس کے وجود کا مقصد سب سے پہلے

وطنِ عزیز کا سامراجی پنجۂ استبداد سے استخلاص ہے۔ دوسرا اہم ترین، عزیز ترین اور سب سے بڑا مقصد جو حقیقی مقصد قرار دیا جاسکتا ہے، وہ غلبۂ اسلام ہے۔ 1935ء سے لے کر 1945ء کے تمام دساتیر کے شروع میں ہمارے اکابر نے جب تک کہ آزادی کا مرحلہ قریب نہیں ہوا، انہی الفاظ میں اپنا مدّعا بیان کیا کہ احرار کا وجود آزادیٔ وطن اور غلبۂ اسلام کے لیے ہے۔ آزادی کا مرحلہ جیسے طے ہوا وہ آپ سے مخفی نہیں۔ ہر شخص نے، ہر گروہ نے، ہر جماعت نے بقدرِ ہمت وظرف اُس میں حصہ لیا۔ بات وہیں کی نہیں تھی۔ اظہارِ خیال ہر قسم کی جمہوریت کی تشریح کی روشنی میں ہر فردِ بشر کا، ہر جماعت کا حق تھا، ہے اور رہے گا۔ اسی حق کو استعمال کرتے ہوئے مجلسِ احرار نے اپنے نظریات پر پوری فراست اور بصیرت کے ساتھ، اعتماد کرتے ہوئے، اس پر ثابت قدمی سے ڈٹ کر کام کیا، اس جدوجہد میں بھرپور حصہ لیا اور اپنی ہمت اور قد وقامت سے کہیں بڑھ چڑھ کر اُس میں دادِ شجاعت دی۔ اور یہ کہوں تو یہ تعلّی نہیں اور در مدحِ خود می گوید کی تعبیر نہیں کہ مجلس احرار جیسی ایک منحنی اور چھوٹے سے وجود کی حامل جماعت نے کانگریس اور مسلم لیگ جیسی گرانڈیل جماعتوں کی موجودگی میں صرف گرفتاریاں ہی جس مقدار میں پیش کی ہیں، اگر تناسب کا کوئی شخص حساب کرسکتا ہو تو اسے یہ کہنا پڑے گا کہ مجموعی طور پر کانگریس اور مسلم لیگ اپنے وجود کے لحاظ سے قربانی کی وہ مقدار پیش نہیں کرسکیں اور نہ ان کی تاریخ میں اس کا کوئی ثبوت موجود ہے جو مجموعی حیثیت سے مجلسِ احرارِ اسلام نے اپنے وجود کے مطابق کارزارِ سیاست میں پیش کیا۔

ایک محدود تعداد 1946ء کے مختصر جائزے میں ہمارے ایک ساتھی نے جمع کی۔ کہ اگر احرار کارکنوں کی ایک مختصر کھیپ کی چند برسوں کی قید کے سال جمع کئے جائیں تو دو ہزار سال بنتے ہیں۔ اللہ کا کرم تھا، اس کا احسان تھا اور ہے کہ اس نے عظیم مقصد کے لیے گناہ گاروں کے اس گروہ کو منتخب فرمایا اور اللہ کی یہ قدیم سنت ہے، بعض اوقات امتحان اسی صورت میں ہوتا ہے کہ بزرگ، اکابر موجود ہوتے ہیں لیکن قدم اٹھانے کی سعادت حصے میں نہیں آتی۔

وَاِنَّ اللّٰہَ لَیُؤَیِّدُ دِینَہٗ بِرَجُلٍ فَاجِرٍ اور خدا کا یہ دستور چلا آتا ہے کہ کبھی کبھی وہ گناہ گار سے بھی اپنے دین کی امداد کرا دیتا ہے تاکہ نیک نام لوگوں کو عبرت ہو کہ ان کی وقتی غفلت اور تساہل نے عوام پر، قوم پر، ملک وملت پر جو غلط تأثرات چھوڑے تھے اس کا مداوا یوں بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی نیکی پر، اپنی قربانیوں پر، اپنی تاریخ پر نازاں ہو کر کے دین کے اصل مقصد سے غافل نہ ہو جائیں۔ ایک مقصد یہ تھا، اللہ کا فضل وکرم ہے کہ وہ مقصد پورا ہوا۔ جیسے کیسے پورا ہوا۔ اس سے بحث نہیں کہ زمامِ قیادت وزمامِ اقتدار کس کے ہاتھ میں آئی۔ ہم چونکہ بنیادی طور سے مسلمان ہیں اور تقدیر کا قائل ہونا ہمارے لئے ضروری ہے۔ ہم اس کو بھی مشیتِ ایزدی کی کارفرمائی سمجھتے ہیں اور خدا کا کوئی کام غلط نہیں ہے۔ اس کے سوا ہمارے پاس کوئی تعبیر نہیں۔ وقتی طور سے، مادی نقطۂ نظر سے تربیت کی غلطی اس کا عنوان بن سکتی ہے کہ کسی شخص نے وقت پر فلاں بات پر عمل نہ کیا اس لیے وہ فلاں چیز کے حاصل کرنے سے محروم رہ گیا۔ اس کے باوجود میں یہ کہوں گا کہ مجلسِ احرارِ اسلام نے اپنے مقصد میں بڑی حد تک کامیابی حاصل کی اور انگریز جیسی مہیب، خوفناک اور بدترین دشمنِ اسلام طاقت کو ہندوستان سے نکالنا ایک ایسا کارنامہ ہے کہ جس دور میں یہ تحریک آزادی شروع ہوئی ہے 1857ء کی تحریک

کے خاتمے کے بعد (اس وقت) لفظِ انقلاب زبان پر لانا اپنے آپ کو موت کی دعوت دینے کے مترادف تھا۔ کتنے کلیجے کے آدمی تھے، کتنے حوصلہ منداور جگر والے وہ لوگ تھے جنھوں نے اُس دور میں بھی آزادی کا نام لیا۔نہیں، بلکہ پھانسی کے رسوں کو پھولوں کا ہار سمجھ کر چوما، اللہ نے یہ کرم کیا۔ احرار نے اُس میں حصہ لیا اور بقدرِ ظرف نہیں بلکہ اپنی ہمت سے بڑھ چڑھ کر خدا کے فضل وکرم سے انسانی شرافت کے تقاضوں کے مطابق، اصولِ اخلاق کی روشنی میں ہر شخص جیسے اس تحریک میں اور اس آزادی کی مہم میں شریک تھا، احرار بھی کہنے میں حق بجانب ہیں کہ ان کا حصولِ آزادی کی مہم میں بہت بڑا حصہ ہے۔ کوئی کسی وجہ سے بھی اس کو فراموش کرنا چاہے یا اس کا نام ونشان مٹانے کی کوشش میں مصروف رہے وہ اس میں کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ پونے چودہ سو برس پہلے گزرے ہوئے واقعات کو آج بھی اگر وقت کا نقّاد اپنے قلم سے اوجھل نہیں رہنے دیتا اور تنقید پر مجبور ہوجاتا ہے اور اس میں بھی وہ صحیح وسقیم کا امتیاز کرنے کا اپنے آپ کو حق دیتا ہے۔ اگر آج کسی شخص نے نادانستہ یا دانستہ مجلس کے ساتھ بے انصافی کی جیسے کہ یہ کام شروع ہے، اور ہمارے بزرگوں نے، ہمارے محترم ساتھیوں نے ایسے کم ظرف لوگوں کی نشاندہی کرکے ہمارے نوجوان احرار ساتھیوں کو توجہ بھی دلائی ہے اور میں تہہِ دل سے ان ساتھیوں کا، بزرگوں کا اور دوستوں کا شکر گزار ہوں جنھوں نے ہمیں اپنے ماضی کی تاریخ اور مستقبل کے عنوانات کو سمجھنے کے لیے اپنی تحریروں سے، اپنی باتوں سے مہمیز کا کام دیا ہے، میں ان کا تہہِ دل سے شکر گزار ہوں۔ اگر کسی شخص نے یا گروہ نے یا کسی جماعت نے اس جماعت کی قربانیوں کو تاریخ کے صفحات سے بزعمِ خویش محو کرنے کی کوشش بھی کی تو وہ سمجھ لے کہ اس کی اس چندروزہ زندگی تک تو اس پر سیاہ چادر پڑی رہ سکتی ہے لیکن جب اس پر موت کا سیاہ کفن پہنا دیا جائے گا تو یہ حقیقت پھر ابھرے گی، اور اس کو کوئی مٹا نہیں سکے گا۔ تاریخ اپنا ورق اُلٹے گی اور وقت کا ایک مورخ آئے گا جو اس سارے دور کی تاریخ کو ویسے ہی چھلنی میں چھانے گا جیسے ہم آج صدیوں پرانی تاریخ کو بیٹھ کر کھنگالتے ہیں اور حق وباطل کی تمیز کے حق دار بنتے ہیں۔ حقیقت چھپائی نہیں جاسکتی۔ اختلافِ رائے، اختلافِ نظر، اختلافِ فکر ومسلک ہر شخص کا بنیادی حق ہے۔ یہ کفر واسلام کی جنگ نہیں تھی اور پھر اس حالت میں کہ جبکہ مجلسِ احرارِ اسلام وقت کے جیّد اور معتمد ترین علماء کی رفاقت میں یہ جنگ لڑ رہی تھی۔ فنی طور پر، پیشے کے لحاظ سے کہہ لیجیے، احرار کو اور اس کے بااعتماد حق پرست علماء کو یہ کہنے کا حق تھا کہ اگر دینی نقطۂ نظر سے کسی شخص کو یہ خیال ہے کہ وہ اسلام سے زیادہ قریب ہے تو پھر مجلسِ احرار اور اس کے ساتھی علماء کو یہ کہنے کا سب سے زیادہ حق تھا کہ آزادی کی جنگ میں دینی نقطہ نظر سے اگر کوئی شخص اپنا موقف صحیح ثابت کرسکتا ہے تو وہ صرف یہی گروہ ہے۔ دوسروں کی زندگی تو اس کے بالکل متضاد تھی۔ وہ کس منہ سے کہہ سکتے تھے کہ ہم دین کے نمائندے ہیں۔ اگر ایک گھسیارا آرٹسٹ نہیں بن سکتا، ایک کلرک، منشی چیف جسٹس کی گدی پر نہیں بیٹھ سکتا تو ایک بے دین اپنے ہزار دعووں کے باوجود دین کا نمائندہ اور شارح ہرگز تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔

کوئی شخص وقت کی بخششوں میں اگر اقتدار کی گدی پر براجمان ہو بھی جائے تو محض اقتدار آنے سے اس کی تاریخ نہیں بدل سکتی۔ اگرچہ یہ کوششیں کی جاتی ہیں اور اپنے نفس کو فریب دینے کی یہ کوششیں...... بڑی طویل سنت چلی آتی

ہیں اربابِ اقتدار کی لیکن حقیقتیں بڑی تلخ ہوتی ہیں،اور یہ تلوار بڑی زبردست ہے،اس کی کاٹ سے ہر غلط چیز ختم ہو جاتی ہے۔

دوسری بات، جیسا کہ سپاس نامے میں توجہ دلائی گئی اور میرے محترم بزرگ حضرت محترم ماسٹر تاج الدین صاحب انصاری نے ارشاد فرمایا اور جیسے نومنتخب صدرِ محترم جناب مولانا عبیداللہ احرار نے ارشاد فرمایا۔ آپ حضرات کو دو اور دو چار کی طرح یہ سمجھ لینا چاہیے کہ مجلسِ احرارِ اسلام کی سیاست آج کی اصطلاح میں اُس عیارانہ تخیلِ سیاست سے بالکل الگ تھلگ ہے جو وقت کی سیاسی شخصیتوں یا اکھاڑے باز سیاسی جماعتوں کی مرغوب غذا ہے۔ مجلسِ احرار ایسی ہر سیاست سے پہلے بھی الگ تھی اور جب تک اس کا وجود اللہ کی مشیت میں مقدر ہے وہ آئندہ بھی ایسی سیاست بازی سے کنارہ کش رہنا چاہتی ہے۔ اس کی سیاست اول و آخر خدا اور سول کے ارشادات ہیں اور کچھ نہیں۔ جو سیاست کتاب و سنت سے ہم کو الگ کرتی ہے ہم اس سیاست پر ایک کروڑ بار لعنت بھیجنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ وَسُنَّتُ نَبِیِّہٖ وَاُسْوَۃُ اَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنُ. حکومت ہو یا کوئی جماعت یا کوئی فرد اور گروہ، ہمارا سیاست محض سیاست، اختلاف محض برائے اختلاف، تصادم برائے تصادم قسم کے کسی تخیّل سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ ہر نیکی، اگر کسی بھی سٹیج سے اس کا نام لیا جائے ہماری دلی دعائیں، خواہشیں اور نیک تمنائیں اس کے ساتھ ہوں گی۔ ہر بدی جہاں سے سر اٹھائے، چاہے نیکی کے نام پر، چاہے اجتہاد کے نام پر، چاہے تقدس کے نام پر، ہم سے زیادہ بدتر دشمن اس کا کائنات میں کوئی نہ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ ہم ایک دینی جماعت کہلاتے ہیں۔ یہ سبق ہمیں آج پڑھایا جاتا ہے کہ دین ''پرائیوٹ معاملہ'' ہے۔ اس سے زیادہ بدترین حملہ اسلام پر اور کوئی نہیں کہ خود اسلام کی تشریح کے لیے اس کی زبان کو بند کر دیا جائے، اور بزعمِ خویش اسلام کی غلط نمائندگی کر کے مسلمانوں کو گمراہ کیا جائے۔

ہر چیز اپنی تفسیر کے لیے اپنے دامن میں بہت سی معلومات رکھتی ہے۔ اسلام دین ہے اور وہ دین منضبط ہے، محفوظ ہے۔ وہ یہودیوں کی 'تالمود' نہیں، وہ عہد نامہ عتیق نہیں کہ جس میں ہر سال ترمیم ہو اور پوپوں، پادریوں کا ایک گروہ اس پر اپنی تصدیقات ثبت نہ کر دے تو وہ دین کے طور پر عوام کے سامنے پیش نہ ہو سکے۔ اس پر خدا کی تصدیق کی مہر ثبت ہو چکی۔ جبرئیل اور فرشتوں کی حفاظت میں یہ دین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے پر نازل ہوا اور ایک لاکھ انتیس ہزار فدا کارانِ نبوت نے اپنے خون کے گارے سے، اپنی ہڈیوں کی اینٹوں سے جس محل کو استوار کیا تھا اس میں قیامت تک کے لیے اس دین کو محفوظ کر دیا گیا ہے۔ اس کی تفسیر کا حق انہیں کو ہے جو اس کے اہل ہیں۔ بے شک اسلام اجارہ داری کا قائل نہیں لیکن اہل اور فن کے مالک کے سوا کسی غیر اہل اور ناشناسِ فن کی تفسیر کسی فن میں معتبر نہیں ہو سکتی۔ اجارہ داری کا طعن دینے والے، اگر حالات کا تجزیہ کیا جائے تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ درحقیقت وہ مفسرین و محدثین، مجتہدین و علماءِ امت سے ان کا منصب چھیننے کی خام خیالی اور غلط تمناؤں کے زیرِ سایہ، اپنے آپ کو ایک نئی اجارہ داری کا نمائندہ بنا کر پیش کرتے ہیں۔ اُن کے دل میں حقیقتاً یہ آرزو مچل رہی ہے کہ اے کاش اس منصب پر ہم فائز ہوتے۔ جو قوت علماء کے قلم کو فتوے میں حاصل ہے وہ ہماری زبان کو، ہماری تقریر کو

حاصل ہوتی۔ یہ خام خیالی اور غلط توقعات مدتوں سے شیوہ ہے ایک گروہ کا اور یہ بہر صورت جاری رہے گی۔ سنت اللہ بھی جاری ہے۔ اولیاءُ الشیطان بھی اپنے کام میں مصروف ہیں اولیاء الرحمٰن بھی اپنے کام میں مصروف ہیں۔ دیوانوں کے گروہ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے وابستہ ہیں ان کا فرض یہ ہے کہ وہ سنت صدیقی کو زندہ کریں۔ دین کے تحفظ کے سلسلے میں کسی رو رعایت کا اسلام قائل نہیں۔ عقیدے کی پختگی کو اگر تشدد کا نام بھی آپ دے دیں، تعصب کا بھی نام دے دیں اسلام اس کو انگیخت کرتا ہے۔ تبلیغ میں پھول سے زیادہ نرم ہونے کا اسلام حکم دیتا ہے اور عقائد کی پختگی میں پہاڑوں سے زیادہ اٹل ہونے کا وعظ کرتا ہے۔ کوئی اس کا نام تعصب رکھے یا تسلط رکھے، یہ ہمارا بنیادی حق ہے۔ اگر ایک دہریے کو ناخدا سیاست پر یہ یقین ہے کہ وہ ساری کائنات کو اس پر قربان کر دینا اپنا نظریاتی حق سمجھتا ہے تو جس دین کے پسِ پشت خدا اور اس کے رسول کی قوت ہو اس کے ماننے والے کو اس سے کروڑ درجہ زیادہ حق پہنچتا ہے کہ وہ آنکھیں بند کر کے اس کی ہر بات پر مرِ مٹنا صحیح سمجھے۔ اس کا نام محض جذباتیت نہیں اور محض عقیدہ پرستی نہیں۔ وحی اور غیرِ وحی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ہم دین اور سیاست کو قطعاً جدا نہیں سمجھتے یہ سبق دینے والے اس کی جدائی کے فلسفے سمجھانے والے براہِ کرم ہم پر احسان فرمائیں اور اپنے آپ کو خاموش رکھیں، ہم ان کے نہایت شکر گزار ہوں گے۔ ہمیں یہ تشریح ان سے زیادہ بفضلہٖ تعالیٰ معلوم ہے اور وہ ہماری اپنی کمائی نہیں۔ وہ ہے بطفیل و تصدق جنابِ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ ارشاد فرما چکے۔ دین اور سیاست کو علماء نے آپ کی حدیث کی روشنی میں اور بعض نے اس کو حدیث قرار دیا، فرمایا کہ اَلدِّیْنُ وَالسِّیَاسَۃُ تَوْاَمَان، اَلْمُلْکُ وَالدِّیْنُ تَوْاَمَان.

سیاست اور دین اور دونوں جڑواں بھائی ہیں ان دونوں کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے آپ حضرات سے زیادہ، علماء سے زیادہ، اہلِ علم سے زیادہ کون واقف ہو سکتا ہے؟ کہ ہر عمل کے پیچھے ایک عقیدہ محرک ہوتا ہے۔ کوئی قدم نہیں اٹھ سکتا جب تک اس کے پیچھے کوئی عقیدہ، کوئی تصور، کوئی فکر اور کوئی روحانی بنیاد نہ ہو۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارے تمام اعمال کی بنیاد عقیدہ ہے اور عقیدے کی بنیاد کتاب و سنت پر ہے، خدا کے وجود کے تصور پر ہے، نبوت کے وجود کے تصور پر ہے۔ یہ سارا تصور، دنیا میں تشریح کے لیے محتاج ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ گرامی کا۔ مسلمان کی تعریف اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی۔ جب تک اس کے عقیدے کی تعریف مکمل نہ ہو اور عقیدے کی تعریف اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک اس میں خدا اور رسول کا ذکر نہ ہو۔ پھر جب تک سلسلۂ نبوت جاری تھا، ہر زمانے کے نبی کی تشریح اُس وقت کے عقیدے کی تکمیل کے لیے کافی تھی اور جب سلسلۂ نبوت ختم کر دیا گیا تو اب سرورِ عالم و عالمیاں، سید الاولین والآخرین، خاتمۃ الانبیاء والمرسلین، قائد النّبییّن و المرسلین و قائد الغرّ المحجلین، سیّدِ وَ لَدِ آدم، سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ختمِ نبوۃ و ختمِ رسالت کا نمونہ قرار دے دی گئی۔ اور دوسری بات جو ہمارے علماءِ قانون و سیاست نے اسی حدیث اور اسی آیتِ کریمہ کی تشریح کے سلسلے میں بیان کی وہ یہ ہے کہ ہر نبی کی آمد پر جزوی ترمیم کے ساتھ بھی شریعت بدلتی ہے۔ اگر ایک نبی صرف یہ نیا حکم

لے کر کے آیا ہے کہ پہلے مسواک مستحب تھی، اب میں اللہ کے حکم سے اس کو سنت قرار دیتا ہوں تو اتنی تبدیلی سے بھی شریعت نئی کہلائے گی، اور جب شریعت نئی ہوگی اور اس کا پیغام نیا ہوگا تو اس پر مستقل ایمان لانا خدا کے حکم کی رو سے ضروری ہوگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد جب نئے احکام نہیں، نئی کتاب نہیں، نئی وحی نہیں تو نیا دین نہیں اس لیے کہ نئی تعبیر نہیں۔ جب نیا دین نہیں، نئی تشریح نہیں تو پھر نئی امت نہیں۔ کیوں؟ نبی نیا آئے، نئی شریعت پیش کرے تو اس کے ماننے سے نئی امت ظہور پذیر ہوگی۔ جب نبی نیا نہیں ہے، اس کی شریعت ہمیشہ کے لیے ہے اور دائمی طور پر، مستقل طور پر جاری وساری قرار دے دی گئی تو وہ نبی قیامت تک کے لیے نبی ہے اور اس کی شریعت قیامت تک کے لیے زندگی کا قانون ہے، اور اس کو ماننے والی امت نسلاً بعد نسلٍ قیامت تک کے لیے ایک امت قرار پا جائے گی۔ اب اس میں کسی قسم کی اصلی، فرعی، ظلی، بروزی، مجازی، حقیقی، نبوی، غیر نبوی، امتی، غیر امتی کسی قسم کا کوئی دعویٰ اس نبوت کو ڈائنامیٹ کرنے کے برابر ہے۔ سیدھی سیدھی بات ہے کہ جب عقیدے میں ختم نبوت کا پیوند نہیں وہ عقیدہ مسلمانوں کا عقیدہ نہیں ہے کسی اور قوم کا عقیدہ ہوگا۔ اگر کوئی شخص اپنے تصور میں کسی علاقے میں کسی نبی کے وجود کا قائل ہے وہ اس کے متعلق تشریح کر سکتا ہے، محمد رسول اللہ کی نبوت کی تشریح اس کے لائے ہوئے دین کی روشنی میں صرف یہی ہے کہ ''محمد رسول الله خاتم النَّبِيّينَ لانبی بعدهٗ وَلا رَسول بعدهٗ و لااُمَّةَ بعدَ اُمَّتِهٖ''۔ جب نبوت ختم ہے تو عقیدے کی بنیاد کیا ہوئی؟ ختم نبوت۔ جب عقیدے کی بنیاد ختمِ نبوت ہے تو مسلمان کا عقیدہ کیا ہوا؟ یعنی ختم نبوت، مسلمان کی تعریف کیا ہوئی؟ کہ وہ شخص، ملت کا وہ فرد جو کتاب وسنت کی آخری تشریحات کے مطابق ختم نبوت کے عقیدے کا قائل ہے اور کسی قوم اور کسی ملت کے لیے وہی آئین اس کا پرسنل لاء، اس کا قومی دستور، اس کا ملّی آئین کہلا سکتا ہے جو اس کے صحیح عقیدے کا نمائندہ ہو۔ اگر مسلمان کا عقیدہ ختم نبوت پر مبنی ہے تو کوئی ملکی آئین اور کوئی ملکی دستور اس وقت تک اسلامی اور دینی نہیں کہلا سکتا جب تک کہ وہ ختم نبوۃ کی اُس تشریح پر شامل نہ ہو جو کتاب وسنت سے مستفاد ہو۔ ایک ہزار دفعہ زم زم سے سیاہی گھول کر کے لکھا جائے، جبرائیل کے پروں سے قلم بنا کر کے لکھا جائے اور کعبے کی فضاؤں میں بیٹھ کر وہ دستور لکھا جائے۔ تقدس مآبوں کے گروہ سے وہ دستور لکھوایا جائے، وہ ایک کروڑ بار غیر اسلامی ہے جب تک کہ ختم نبوت کے عقیدے کا اس میں اعتراف موجود نہ ہو۔ جب تک اسلام کی صحیح تعریف نہیں آتی، جب تک عقیدے کی صحیح توضیح نہیں آتی، جب تک نبوت، عصمتِ نبوت، ختمِ نبوت کی وضاحت نہیں آتی مسلمان کی تاریخ نامکمل ہے، تو اس کا اسلامی نظام کہلانے والا نظام کیسے مکمل ہو سکتا ہے؟ بڑے احترام سے اُس قانون کو جو غلط بنیاد پر بنایا جائے گا ملکی قانون تو کہا جائے گا لیکن اسلامی تھا، نہ ہے، نہ ہو سکتا ہے۔

مجلس احرارِ اسلام کا بنیادی موقف دین کے سلسلے میں سب سے پہلا کام، قدم اور اس کا عملی نظریہ یہ ہے کہ وہ تحفظِ ختم نبوت کے عقیدے پر، اُس کے تحفظ کے لیے، اُس کی بحالی کے لیے، اُس کے نفاذ کے لیے، دستور میں اس کو بنیادی مقام دلانے کے لیے، جیسے 1934ء کی 'آل انڈیا احرار تبلیغ کانفرنس' قادیان کے دن اپنے مقام پر موجود تھی، مجلس احرار اسلام ہزار

تغیّرات اور مصائب سے دوچار ہونے کے باوجود اپنے اجلِّ کابر کے دائمی جدائی کا صدمہ اٹھانے کے باوجود، میں ذمہ داری سے اعلان کرتا ہوں کہ مجلس احرار آج بھی بلکہ اپنی پوری ناتوائیوں کے باوجود اپنے عزائم کی پوری شدّت اور قوّت کے ساتھ، پہلے سے زیادہ سختی کے ساتھ اپنے اس دینی موقف پر قائم ہے، اور جب تک اس جماعت کا وجود اللہ کی مشیت میں مقدر ہے اس عقیدے سے دستبرداری کو، ہم دین کی، اسلام کی، شریعت کی، قوم وملّت کی موت یقین کرتے ہیں۔ کوئی جماعت، کوئی گروہ، اُس وقت تک مسلمانوں کی نمائندگی کا دعویدار کہلا نہیں سکتا، اس کے دعوے کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا جب تک وہ بطورِ مسلم اپنے دستور میں، اپنے آئین میں، اپنی سیاسی پالیسی میں، مسلمانوں میں کھڑے ہوکر وضاحت (اور)، یہ اعلان نہ کردے کہ میں مسلمان کی اس تعریف کا قائل ہوں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو بہمہ نوع خاتم النبین تسلیم کرتا ہوں۔ جب تک کوئی جماعت یا اس کا قائد یا کوئی گروہ یا کوئی فردِ اس عقیدے کا مسلمانوں میں اعلان نہ کرے وہ احرار کے کہنے سے نہیں، تیرہ سو سال کی اسلامی روایات کی روشنی میں وہ غیر اسلامی آئین کا مالک ہوگا۔ اس کی تشریح مسلمانوں کے لیے قطعاً حجت نہیں ہوسکتی۔

تیسری بات، اخلاق معاشرت، اقتصاد، معاشیات کی تباہی آپ کے سامنے ہے۔ دلائل سے بحث نہیں۔ وقت فالتو جارہا ہے۔ نماز کا وقت ہے اور ہم سب کو بھی سجدہ ادا کرنا ہے۔ میں دو لفظی ایک بات عرض کردوں۔ میرے بھائی نے توجہ دلائی، میں ان کا شکر گزار ہوں، الحمدللہ، کہ میرے دل کی بات کہی ہے۔ میرے صدرِ محترم نے اس کی تائید ہی نہیں فرمائی بلکہ اس کے لیے اپنے پر جوش ارادوں کا اظہار فرمایا ہے۔ میں اس سلسلے میں دو باتیں کہہ کر ساتھیوں کی توجہ دلاؤں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ مجلسِ احرارِ اسلام اس سلسلے میں کسی تذبذب، کسی گومگو، کسی مبہم اور مجمل خیال پر مبنی اپنی پالیسی نہیں رکھتی۔ اس کے دامن میں کتاب وسنت کی واضح نصوص اور ہدایات موجود ہیں۔ اس کو کسی اِزم کے پیروکاروں سے روشنی حاصل کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اُس سلسلے میں وہ کسی اپنا شارح اور ترجمان تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اُس کے پاس ایک اور ایک شخصیت، کائنات کی سب سے بڑی شخصیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی ہدایات کافی اور وافی ہیں۔

حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، مزدوروں کے لیے، کسانوں کے لیے، اسلام کے دامن میں بہت بڑا ذخیرہ ہے ہدایات کا، قوانین کا۔ ایک بات تو جزوی طور سے فرمائی کہ ہر محنت اُجرت کا حق ساتھ لاتی ہے۔ محنت ہے تو اجرت واجب ہوگی لہٰذا کسی قسم کا کائنات میں تم مزدور بناؤ، اس سے کوئی خدمت لو، ”اَعطُوا الاجِیرَ اَجرَہٗ قَبلَ اَن یَجِفَّ عَرَقہٗ“ جس کو جس رنگ میں تم مزدور بناتے ہو، اس کی مزدوری کا حق یہ ہے کہ اس کی اُجرت اس کو فوراً ادا کرو۔ اس کا پسینہ خشک ہونے سے اس کا حق ادا کرو۔ تمہارا کام جب تک نہ ہوا تھا تو تم مزدور کی مزدوری پر اعتماد نہیں کرتے تھے جیسے (ہی) تمہارے کام کی تکمیل ہوئی تو تمہاری خوشی کا کوئی ٹھکانہیں۔ گویا تم کو بھی اپنی محنت کی اجرت ملی۔ ایسے ہی وہ مزدور جو تمہاری بار برداری، نوکری یا خدمت کرتا ہے جب تک اس کی مزدوری اس کی ہتھیلی پر نہیں آئے گی اس کے دل کی بے قراری ختم نہ ہوگی۔ اس کا پسینہ ختم ہونے سے پہلے اس کو اجرت دو تاکہ اس کا دل بھی مطمئن ہو۔ زمینوں کے بارے میں (ایک) مسئلہ بڑے زور شور سے ہے ہمارے ملک میں شروع ہے، کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اسلام

کے خودساختہ مفسروں نے اخبارات میں کہرام برپا کررکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک میں نہ خدا ہے، نہ رسول ہے، نہ اسلام کا کوئی شارح ومفسر ہے۔ علماء بے چارے چڑیا گھر کے طوطوں کی طرح آج کل پنجرے میں بند کئے جاچکے ہیں۔ ان کی تفسیر بھلا کاہے کو معتبر ہوگی؟ ایک دھماچوکڑی ہے، طوفانِ بدتمیزی برپا ہے۔ کون پوچھے اور کس کو پوچھے؟ بھائی، صحیح ہے۔ جب دین کو یا دین کا نام لیوا گروہ یا کوئی قوم اپنے عمل سے یوں لاوارث اور یتیم بنادیتی ہے تو پھر نام لیواؤں کے دین کا یہی حشر ہوا کرتا ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ آج ہم مسلمان کہلانے والوں کے ہاتھوں سے دین کو یوں ذبح ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ اسلام میں کسی خدمت پر عطیہ دینا جائز ہے، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل ہے، اگر کوئی شخص اپنے کسی غلط نظریے کی روشنی میں اس پر جاگیرداری کا یا جاگیر بخشی کا الزام لگا کر اس کو ملائیت کا کرشمہ قرار دے۔ میرے نزدیک کورٹ میں کھڑے ہوکر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی سُنّت پر وار کیا ہے، اس کا یہ جرم ناقابل معافی جرم ہے۔ اسلام جاگیرداری کے اُس مفہوم کا قطعاً قائل نہیں جو یہاں کے زمینداروں کا، پچھلی نوکرشاہیوں کا، طوائف الملو کی کے زمانے سے ملوکیت کے نظام کا جزو رہی ہے۔ اسلام اس جاگیرداری کا قطعاً قائل نہیں۔ لیکن لفظِ جاگیر نہ نجسِ ہے، نہ پلید ہے، نہ اس کا تلفظ حرام ہے، جاگیر بمعنی عطیہ، کسی دینی خدمت پر، دنیا کے بڑے سے بڑے کسی اِزم کے قائل ملک میں بھی موجود ہے۔ وہاں بھی مکانات عطاء ہوتے ہیں، نوبل پرائز بھی دیئے جاتے ہیں، نقد انعامات بھی دیئے جاتے ہیں۔ قطعہ ہائے زمین بھی عطا ہوتے ہیں اگر یہ جرم نہیں تو بدرجہ اولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا ہر قدم سرآنکھوں پر رکھنے کے قابل ہے لیکن وہ جاگیرداری جس کی مصیبتوں کا شکار ہے مخلوق خدا، اُس کا اسلام سے نہ پہلے کوئی تعلق تھا، نہ اب ہے۔

ادنیٰ سی بات یہ ہے کہ وہ زمینیں، وہ وافر مقدار کی زمینیں جن پر آج کنڈلی مار کر بیٹھنے والے سانپوں کی طرح بڑے بڑے جاگیرداروں نے قبضہ کررکھا ہے۔ اسلام کی ہدایات فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں، علماء موجود ہیں، اُن سے پوچھئے۔ تشریحات مفتیوں سے طلب کیجئے۔ وہ فرمائیں گے کہ مردہ پڑی ہوئی بنجر زمینوں پر جو شخص قبضہ کرکے، امیر کی ہدایات کی روشنی میں، ان کو آباد کرلے، فَهِيَ لَهَا، وہ زمین اسی کی ہوتی ہے جو اس کو گاہ لے۔ یہ تفصیلات اس وقت بیان نہیں ہوسکتیں۔ میری گزارش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس ضمن میں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ بشرطِ زندگی وفرصت اللہ نے توفیق عطاء فرمائی تو اسلام کا واضح نظریہ، تیرہ سو سال کی اسلامی روایات کی روشنی میں ان شاء اللہ مجلسِ احرار کے لٹریچر کے زریعے اس کے اسٹیج سے باضابطہ پیش کیا جائے گا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک جامع ارشاد ہے غربت وافلاس کے سدباب کے لیے، مزدوروں، کسانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے، عوام کی خوشحالی کی ضمانت دینے کے لیے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا، ترمذی میں ُباب الزھد' کے اندر جلد دوم میں حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے یا حضرت جابرؓ کی۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"لیسَ اِبْنِ اٰدَمَ حَقٌّ فی سوی هٰذِهِ الخِصَال" آدم کے فرزند کا ادنیٰ سا حق یہ چار چیزیں ہیں کہ کوئی آدمی ان کے بغیر زندگی نہیں گزار سکتا، "ثَوباً یُوَارِی عَورَتَهٗ ،بیتاً یُسْكِنُهٗ وَجِلْفُ الخُبْزِ والمَاء" کم ازکم اس درجے کا ایک

گھر وندا جس میں آدمی گرمی سردی میں، بارش میں پناہ لے سکے،" **وثوباً یواری عورتہ**" اور اتنا کم درجے کا کپڑا جس سے ننگیج ڈھانپ سکے۔ کم سے کم اتنی سوکھی روٹی جس سے آدمی اپنا پیٹ بھر سکے اور پانی جو مدارِ حیات ہے اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ پانی کا مستقل ذکر آیا ہے۔ ضروریاتِ زندگی میں جو بنیادی حیثیت پانی کو حاصل ہے اس کی قدرِ عافیت اس کوئٹہ کے زلزلے میں معلوم ہوئی تھی، کچھ آج ترکی میں محسوس کی جارہی ہے اور کچھ 1965ء میں تاشقند کے اندر بھی محسوس کی گئی تھی، اور کچھ پچھلی دو جنگوں کے دوران بھی اور اب بھی محسوس کی گئی ہے کہ جب اس کی رکاوٹ سے قیامت ٹوٹتی ہے وہ بھی چھوڑیے، روزانہ لاہور کے اخبارات میں فکاہی کالموں میں بے چاری بلدیہ مرحومہ مغفورہ کی پانی کے سلسلے میں جو مرمت کی جاتی ہے وہی ایک عبرت انگیز باب ہے کہ انسانوں پر پانی کا فقدان کیا قیامت توڑتا ہے۔ پانی کا ذکر، مستقل لایا گیا۔ چار بنیادی چیزیں جس کا اسلام خود قائل ہے۔ یعنی ہر وہ ادارہ حکومت ہو یا کوئی جماعت یا وہ شخص جو ذمہ دار ہو، اپنے ماتحت کسی قبیلے کو لے کر، کسی خاندان کو لے کر زندگی گزارتا ہے اُس کے ذمے یہ بات ہے کہ ابن آدم ہونے کی حیثیت سے ہر فردِ بشر کے لیے کم ازکم ان چار چیزوں کا انتظام کرے ورنہ وہ انسانیت کا کفیل نہیں کہلا سکتا۔ مجلس احرارِ اسلام اپنے عقائد کے نقطۂ نظر سے انہی اصولوں کو اپنی زندگی کے لئے مشعلِ راہ سمجھتی ہے اور ان شاء اللہ العزیز بفضلہٖ تعالیٰ جب تک زندگی ہے ان کی مناسب تبلیغ، اشاعت تقریراً تحریراً ہر طرح، اس کے لیے جماعت مستعد رہے گی اور مجھے یقین ہے کہ ہمارے وہ اکابر جو زندہ ہیں اور میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ تادیر ہم پر سلامت رکھے۔ وہ اس سلسلے میں ہمیں اپنی بزرگانہ شفقتوں کے ساتھ اپنے مشوروں سے ہمیں نوازیں گے۔ وہ دوسرے علماء جن کو مجلس احرارِ اسلام قدیم کے ساتھ مخلصانہ تعلق ہے، وہ لوگ جو اہل علم ہیں مجلس کے ساتھ ان کا باقاعدہ باضابطہ تعلق ہے، میرا سب سے مخلصانہ التماس ہے کہ وہ مجلس احرار کے ساتھ ان تمام مقاصدِ عظیمہ کے حصول کے سلسلے میں آخری حد تک تعاون کریں تا کہ وہ اہم ترین ذمہ داریاں جو بزرگوں کے رخصت ہونے کے بعد، بقول حضرت ماسٹر صاحب، اس مجروح، غریب اور مخلص جماعت کے سر پر آپڑی ہیں۔ اللہ کے فضل وکرم کے سہارے پر ان ذمہ داریوں سے یہ جماعت عہدہ برآ ہو سکے۔ وقت کی قلت کے باوجود میں نے آپ حضرات کا بہت وقت لیا ہے۔ میں تہہ دل سے شکر گزار ہوں منتظمین کا، یہاں کے مخلص ساتھیوں کا، خود اپنے صدرِ محترم کا، حضرت ماسٹر (تاج الدین انصاری) صاحب کا اور ان تمام دوستوں، بزرگوں، بھائیوں کا جنہوں نے اس سے قبل بھی زبانی تحریری، اخبار کے ذریعے، گفتگو کے ذریعے ہمیں مفید مشوروں سے نوازا۔ میں ان سب کے لیے تہہ دل سے دعا کرتا ہوں کہ پروردگارِ عالم ان کو اور ہم سب کو کتاب وسنت کی روشنی میں دینِ قدیم کی اس تعبیر پر قائم رکھے جو نبیِ کریم علیہ الصلوٰۃ السلام کی ازواجِ مطہرات (صلوٰۃ اللہ علیھن اجمعین)، آپ علیہ السلام کے مخلصین اور جان نثار صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے موروثی دین کی شکل میں ہم تک پہنچی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارا خاتمہ بالخیر کرے۔ ہمیں دین کی ان زندہ و پائندہ قدروں کی اتباع نصیب فرمائے، آمین۔

اللھم احسن عاقبتنا فی الامور کلھا و اجر نا من خزی الدنیا و عذاب الاخرہ و وفقنا لما تحبُّ وترضیٰ. اللھم ثبّت اقدامنا علی الاسلام و احینا علی الاسلام و امتنا علی الاسلام و احشرنا علی الاسلام. بجاہ نبیک محمدصلی اللہ علیہ وسلّم.

محمد اورنگ زیب اعوان (ہری پور)

پیر جیؒ کے حضور عقیدت کے چند پھول

حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری قدس سرہ کے سانحہ وفات کی خبر سن کر قلم برداشتہ یہ تحریر ''فیس بک'' کی نذر کی...... باوجود خواہش کے اس میں مزید اضافہ نہ کر سکا۔ آج 21 اگست 2021ء بروز ہفتہ بکھری یادوں کو مجتمع کرنے کی کوشش کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ آسانی فرمائیں۔ آج امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا 60 واں یوم وفات بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ شاہ جی کے درجات بلند فرمائیں اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین

پیر جی کی پہلی زیارت 1994ء میں ہوئی، احقر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی سالانہ ختم نبوۃ کانفرنس چناب نگر میں شریک تھا۔ مولانا سعید الرحمٰن علوی (متوفیٰ 20 اکتوبر 1994ء) اور جناب سید محمد کفیل بخاری نے فرمایا کہ حضرت پیر جی مرکز احرار میں تشریف لائے ہوئے ہیں ان سے ملنا ہے تو آجاؤ۔ میری تو کب سے آرزو تھی کہ پیر جی کی زیارت ہو۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے بڑے تینوں صاحبزادوں کی زیارت تو کر چکا تھا مگر پیر جی کے قیامِ مدینہ منورہ کی وجہ سے ان کے دیدار سے محرومی ہی رہی...... اب جوان حضرات سے یہ مژدہ جانفزا سنا تو جھٹ سے ان کے ساتھ ہولیا۔ مرکز احرار پہنچے تو حضرت پیر جی اپنی تمام تر رعنائیوں و زیبائیوں کے ساتھ رونق افروز تھے۔ پیر جی کو دیکھتے ہی جگر مراد آبادی کا یہ شعر یاد آ گیا

حسن جس رنگ میں ہوتا ہے، جہاں ہوتا ہے اہل دل کے لیے سرمایہ جاں ہوتا ہے

تقریباً ایک گھنٹہ ان کی علمی و روحانی مجلس میں گذرا، گفتگو تو بڑے حضرات ہی کی رہی میں تو بس پیر جی کے چہرے اور اداؤں ہی کے سحر میں گم رہا۔

جن سے مل کر زندگی سے عشق ہو جائے، وہ لوگ آپ نے شاید نہ دیکھے ہوں، مگر ایسے بھی ہیں

پیر جی کی دوسری زیارت اس وقت ہوئی جب مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام لاہور کے ایک ہوٹل میں اجلاس تھا، مولانا سید عطاء المومن بخاری (متوفی 22 اپریل 2018ء) اور پیر جی بھی اس اجلاس میں شریک تھے جو کہ مجلس احرار اسلام کی نمائندگی کر رہے تھے۔ خطیب احرار مولانا محمد مغیرہ کی وساطت سے مجھے بھی فرزندان امیر شریعت سے مصافحہ اور گفتگو کا موقعہ ملا۔

اس اجلاس کا آغاز مولانا سید عطاء المومن بخاریؒ کی تلاوت قرآن مجید سے ہوا تھا۔ احقر نے پہلی دفعہ انہیں یوں جھوم جھوم کے تلاوت کرتے سنا۔ سوچتا ہی رہ گیا کہ فرزند امیر شریعت کی تلاوت کا یہ انداز ہے تو خود حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تلاوت فرماتے ہوں گے تو کیا سماں بندھتا ہوگا...... سبحان اللہ

برادر مکرم سید محمد کفیل بخاری مدظلہ العالی کی وساطت سے پھر بارہا پیر جی کی خدمت میں حاضری کے مواقع ملے۔ میں ایک دفعہ ملتان دار بنی ہاشم حاضر ہوا تو حضرت پیر جی خود گھر سے ناشتہ لے کر آئے، کسی کارکن نے آگے بڑھ کر برتن لینے چاہے تو پیر جی نے فرمایا یہ میرے مہمان ہیں، ان کی خدمت بھی مجھے ہی کرنے دو۔ اپنے ہاتھوں سے چائے بنا کر دی، کبھی فرماتے یہ بھی کھاؤ، کبھی فرماتے یہ شہد بھی لو، یہ انڈہ بھی کھاؤ۔ ایک ایک لقمہ ان کی محبت اور اپنائیت میں ڈوب کر کھایا...... ماؤں جیسی شفقت تھی پیر جی کی اداؤں میں، اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرمائیں۔

زندگی جن کے تصور سے جلا پاتی تھی ہائے کیا لوگ تھے جو دام اجل میں آئے

ایک دفعہ اپنے ذاتی کام کے سلسلہ میں ملتان جانا ہوا، دار بنی ہاشم بھی حاضری ہوئی، پیر جی دفتر میں تشریف فرما تھے، مجھے دیکھتے ہی مسکرا کر فرمایا اچھا ہوا مولوی اورنگ زیب تم آ گئے وگرنہ میں تو چناب نگر جانے کے لیے تیار بیٹھا تھا۔ برادرم سید عطاء المنان بخاری پاس بیٹھے کسی معاملہ میں ضد کر رہے تھے اور پیر جی انھیں سمجھا رہے تھے، اس وقت ان کی عمر بمشکل 14، 13 برس ہوگی۔ پیر جی ساتھ ساتھ پان بھی بنا رہے تھے۔ فرمانے لگے پان کھاؤ گے؟ عرض کیا جی حضور، آپ کے ہاتھوں پان، یہ تو سعادت ہے مگر میٹھا پان بنا دیں۔ جھوم کے فرمانے لگے ہاں ہاں وہی بنا کے دوں گا۔ برادرم سید شہاب الدین شاہ صاحب بھی ساتھ تھے، عرض کرنے لگے شاہ جی! میں تو چائے پیوں گا۔ پیر جی نے اپنے مخصوص انداز میں ان کی طرف دیکھا اور فرمایا ضرور ضرور کیوں نہیں، چائے بھی پلاؤں گا۔ کچھ دیر میں چائے بھی آ گئی۔ ہم احراری اور بخاری چائے سے لطف اندوز ہوئے تو پیر جی نے مسکرا کر فرمایا آپ لوگ کفیل شاہ سے گپ لگائیں اور مجھے اجازت دیں کہ میں نے آگے سفر کرنا ہے۔ مانسہرہ کے قریب معروف جگہ ہے، شنکیاری، وہاں کے بزرگ عالم دین مولانا سید نواب حسین شاہ صاحبؒ اکثر پیر جی کو اپنے ہاں پروگراموں میں بلایا کرتے تھے، انتہائی مہمان نواز اور مخلص انسان تھے۔ جب بھی انہوں نے پیر جی کو دعوت دی آپ نے قبول فرمائی اور ان کے ہاں تشریف لائے۔ اہلیان علاقہ بڑے جوش وخروش اور عقیدت و احترام کے ساتھ پیر جی کی زیارت اور ان کے خطاب و ملفوظات سے مستفید ہونے کے لیے حاضر ہوتے تھے۔

ایک دفعہ شنکیاری سے واپسی پر حضرت پیر جی نے غریب خانہ کو رونق بخشی، رات تقریباً 12 بجے کے وقت، میں کھانا لگا رہا تھا کہ سالن کا ڈونگا میرے ہاتھ سے گرا اور ٹوٹ گیا، گوشت سارا فرش پہ۔ میں پریشانی اور حواس باختگی کے عالم میں کپکپانے لگا کہ یہ کیا ہو گیا۔ فرمانے لگے مولوی اورنگ زیب! پریشان کیوں ہو رہے ہو، یہ ہمارے نصیب میں نہیں ہو گا اس لیے گر گیا۔ میں نے اندر جا کر اہلیہ کو صورتحال بتائی، اس نے دوسرا ڈونگا بنا کر دے دیا، اب جو پیر جی نے کھانا شروع کیا تو ایک ایک لقمے پہ فرماتے دانے دانے پہ لکھا ہے کھانے والے کا نام، ہمارے نصیب میں یہ تھا وہ نہیں، اس کو کہتے ہیں مقدرات۔ مولوی اورنگ زیب! تم تو ایسے ہی پریشان ہو گئے۔ جو رزق انسان کے مقدر میں ہوتا ہے وہ اسے مل کے

رہتا ہے اور جو مقدر میں نہیں ہوتا وہ انسان نہیں کھا سکتا۔ صبح ناشتہ کر رہے تھے تو فرمانے لگے مولانا قاضی ارشد الحسینی صاحب (اٹک) سے رابطہ کروان سے ملنا ہے۔ قاضی صاحب سے رابطہ ہوا تو فرمانے لگے میں گھر والوں کے ہمراہ کہیں سفر پہ جا رہا ہوں۔ بہتر یہی ہے کہ حسن ابدال کیڈٹ کالج میں ملاقات کر لیتے ہیں۔ آپ کو بھی آسانی ہوگی اور مجھے بھی سہولت۔ پیر جی سے عرض کیا تو فرمانے لگے ٹھیک ہے ملاقات ہی کرنی ہے، وہیں چلے چلتے ہیں۔ میرا بیٹا محمد اسامہ سرور بھی جانے کے لیے تیار ہو گیا اور کہنے لگا میں بھی ساتھ چلوں گا۔ اس وقت اس کی عمر بمشکل 7، 8 برس ہوگی، پیر جی نے اس کے گال تھپتھپائے اور فرمایا کیوں نہیں ضرور، اسامہ تو اسامہ ہے اسے ساتھ نہیں لے جائیں گے تو اور کسے لے جائیں گے۔ پیر جی نے ایک کاغذ پر کچھ تحریر فرمایا، ساتھ ہی رقم بھی رکھی، اسے لفافے میں ڈالا اور فرمانے لگے قاضی صاحب ہماری کانفرنس پر تشریف لائے تھے، جلدی میں ہم ان کو کرایہ بھی نہ دے سکے، اب اس علاقے کا سفر ہے تو سوچا ان کی خدمت میں کچھ ہدیہ پیش کر دیا جائے۔ تو یہ وہ ہدیہ ہے جو ان کی امانت تھا، اس لیے ان سے ملاقات ضروری ہے۔ کیڈٹ کالج حسن ابدال پہنچے۔ جہاں ان کے چھوٹے بھائی مولانا قاضی ثاقب الحسینی پروفیسر ہیں اور وہاں کی مسجد کے خطیب بھی۔ قاضی صاحب گھر سے باہر ہی ہمارے انتظار میں کھڑے تھے۔ پیر جی کی تشریف آوری پر بہت خوش ہوئے، چائے وغیرہ سے تواضع کی۔ پیر جی نے ''لفافہ'' پیش کیا اور ساتھ معذرت بھی کہ ہم آپ کی خدمت نہ کر سکے اس کی تلافی کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ قاضی صاحب نے مسکراتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے لفافہ وصول کیا، اسے چوما، آنکھوں سے لگایا اور سر پہ رکھ کر فرمانے لگے یہ تو میری سعادت ہے، خوش قسمتی ہے۔ پیر جی بھی مسکراتے رہے۔ کچھ دیر بعد ہم نے اجازت لی، انہوں نے ایک شاپر میں امرود ڈال کر دیئے، فرمایا یہ میری طرف سے ہدیہ ہے۔ گاڑی روڈ پر پہنچی تو فرمایا قاضی صاحب سے ملاقات تو ہوگئی، ہدیہ بھی پیش کر دیا مگر ان کے والد ماجد امام الزاہدین حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ کے مزار پر بھی حاضری دینی ہے۔ وہ دارالعلوم دیوبند کے فاضل، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد اور امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے خلیفہ مجاز تھے اور حضرت والد ماجد سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے بھی عقیدت مند تھے۔ اس لیے ان کے ہاں بھی حاضری ضروری ہے۔ چنانچہ ہم کامرہ سے اٹک کی طرف مڑ گئے۔ اٹک جامعہ مدنیہ پہنچے تو حضرت قاضی صاحبؒ کے صاحبزادگان نے حضرت پیر جی کا آگے بڑھ کر استقبال کیا، دفتر استقبالیہ میں بیٹھے، پرتکلف چائے سے انہوں نے تواضع کی۔ قاضی صاحب کے ایک نواسے نے خیر و برکت کا تعویز مانگا، پیر جی نے وہ عنایت فرمایا۔ ساتھ ہی حضرت قاضی صاحب کی قبر ہے۔ وہاں کھڑے ہو کر دعا فرمائی۔

پیر جی فرمانے لگے اب اکوڑہ خٹک جانا ہے۔ مولانا شیر علی شاہ صاحب سے ملنا ہے۔ انھیں فون کیا تو وہ گھر پہ ہی تھے فرمانے لگے بہت خوشی کی بات ہے تشریف لائیں۔ حسن ابدال سے اکوڑہ خٹک تک کا سفر باتوں میں ہی کٹا۔ اپنے بچپن کے کئی واقعات سنائے، نماز با جماعت کی پابندی، قرآن مجید کی تلاوت، والد گرامی حضرت امیر شریعتؒ کی

شفقتیں، سائیکل چلانا، جسم پہ ایک پھوڑے کا نکلنا اور پھٹنا، سید ابومعاویہ ابوذر بخاریؒ کی نیلی آنکھیں، سید عطاء المحسن بخاریؒ کی غلافی آنکھیں، بھائیوں کی شفقتیں، غرض یہ کہ بے شمار واقعات سنائے جو میں نے گھر آ کر ڈائری میں نوٹ کر لیے۔ (طبیعت کبھی سنبھلی تو انھیں بھی سینہ قرطاس کی نذر کردوں گا)۔

(یہاں تک لکھ پایا کہ پھر بیماری نے آدبوچا۔ آج 11 نومبر 2021ء بروز جمعرات ایک دفعہ پھر کاغذ قلم سنبھالا، گو کہ پڑھنا لکھنا مشکل ہوگیا ہے مگر پیر جیؒ کا حق ہے کہ ان پر لکھا جائے، ان سے وابستہ یادوں کو محفوظ کیا جائے۔ صد ہا مبارک باد کے مستحق ہیں مخدوم گرامی سید محمد کفیل بخاری مدظلہ العالی جنہوں نے انتہائی مختصر وقت میں ''نقیب ختم نبوت'' کی خصوصی اشاعت کا اہتمام فرمایا۔ 432 صفحات پر مشتمل یہ اشاعت خاصے کی چیز ہے جس میں 100 سے زائد شخصیات کے تعزیتی مضامین 16 شخصیات کے تعزیتی مکاتیب، 7 شخصیات کے تعزیتی پیغامات شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ سبھی کو جزاء خیر عطا فرمائیں۔)

مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب مدنیؒ کے ہاں پہنچے تو وہ بڑی بے تکلفی اور اپنائیت سے پیش آئے۔ ان کے صاحبزادے مولانا امجد علی شاہ صاحب بھی پاکستان تشریف لائے ہوئے تھے۔ دوستوں کی محفل جمی، گپ شپ بھی خوب رہی، قیام مدینہ منورہ کی یادوں سے تینوں حضرات دل کو بہلاتے رہے۔ اور ہم ان کی باتوں سے لطف اٹھاتے رہے۔ دن کا کھانا وہیں کھایا، ڈاکٹر صاحب نے کچھ اور علماء کو بھی بلا رکھا تھا۔ مجلس احرار اسلام کی تاریخ، قربانیوں اور تحفظ ختم نبوت کی سنہری جدوجہد کے تذکرے ہوئے۔ ہر لحاظ سے یہ ایک یادگار محفل تھی۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی جرأت و بہادری اور خطابتی معرکوں کا تذکرہ ہوتا تو ہر آنکھ اشک بار ہو جاتی۔ ڈاکٹر صاحب کے اصرار پر وہیں کچھ دیر پیر جی نے آرام فرمایا۔ شام کے قریب واپسی کی اجازت ملی، پیر جی کا رات راولپنڈی پروگرام تھا، حسن ابدال پہنچ کر ہم نے اجازت لی، پیر جی نے جیب سے کچھ پیسے نکالے اور عزیزم اسامہ سرور کی جیب میں ڈالتے ہوئے فرمایا یہ تمہارے لیے ہیں کسی اور کو مت دینا۔ پیر جی راولپنڈی کے لیے روانہ ہو گئے اور ہم گھر واپسی کے لیے ویگن میں جا بیٹھے۔

تیری قربت کے ایک لمحے کو میں نے لکھا ہے سال رنگوں کا

میرا قیام جب پشاور میں تھا تو دو دفعہ پیر جیؒ کو سفر پشاور کی زحمت دی۔ پہلی دفعہ تو مرکز علوم اسلامیہ راحت آباد میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی یاد میں ''امیر شریعت سیمینار'' کا انعقاد کیا تو پیر جی کو دعوت دی۔ مخدوم مکرم جناب سید محمد کفیل بخاری کی شفقت کہ پیر جی ہمارے اس پروگرام میں تشریف لائے۔ مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ صاحب صوبائی اسمبلی کے اسپیکر جناب اکرام اللہ شاہد (مولانا مدرار اللہ مدرار کے صاحبزادے) ممبر صوبائی اسمبلی جناب حکیم محمد ابراہیم قاسمی و دیگر علماء کرام نے اس پروگرام کو زینت بخشی۔ مولانا راحت گل صاحبؒ اور ان کے صاحبزادوں مولانا سید العارفین اور قاری شبیر احمد الازہری نے میزبانی کے فرائض سر انجام دیئے۔ شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر

عبدالستار مروت دامت برکاتہم نے انتظامی امور کی نگرانی فرمائی۔

ہری پور سے برادرم قاضی فہیم احمد قریشی مرحوم بھی اپنے رفقاء سمیت تشریف لائے تھے۔ پیر جی پروگرام سے پہلے بھی غریب خانہ پہ رونق افروز ہوئے۔ اور پروگرام کے بعد بھی رات کا قیام فرمایا، صبح ناشتہ کے بعد لاہور کے لیے روانہ ہوئے۔ ہمارا یہ پروگرام ہر لحاظ سے کامیاب رہا۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔ پیر جی اور کفیل بخاری بھی اس سے بہت خوش تھے۔ پیر جی نے بہت زیادہ دعاؤں سے نوازا۔ دوسری دفعہ ''اسلامک ایجوکیشنل اکیڈمی'' کی افتتاحی تقریب میں پیر جی تشریف لائے۔ یادگار اسلاف مولانا سعید الدین شیر کوٹیؒ کے ہاں کھانے کا پروگرام تھا۔ حسن گڑھی سے وہاں تشریف لے گئے۔ نماز ظہر ادا کی، ماحضر تناول فرمایا۔ مولانا شیر کوٹی مرحوم نے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے وابستہ یادوں کا گلستاں مہکایا۔ خوب محفل جمی۔ وہاں سے مولانا شیر کوٹی مرحوم اور پیر جیؒ جلسہ گاہ تشریف لائے۔ مولانا اکرام اللہ جان قاسمیؒ، مولانا عبدالقیوم حقانی، پروفیسر محمد اسماعیل جان سیفیؒ، مولانا یعقوب القاسمیؒ، مفتی محمود الحسن مانسہروی، مولانا ڈاکٹر عبدالستار مروت ودیگر نے آپ کا استقبال کیا۔ پیر جی نے اپنے خطاب میں ہماری اس کاوش کو سراہا، ملکی حالات پہ تبصرہ فرمایا، دعاؤں سے نوازا، ہمارے کہے بغیر خود ہی حاضرین جلسہ کو ادارہ کے ساتھ مالی تعاون کی ترغیب دی، سب سے پہلے خود اس میں 500 روپے رکھے۔ اللہ اللہ کیا شفقتیں تھیں اور کیا عنایات تھیں۔ اب یہ شفقتیں اور عنایات کہاں؟ پروگرام کے بعد اکیڈمی تشریف لائے، سرپرستی قبول فرمائی، سلیبس کے متعلق ہدایات ارشاد فرمائیں۔ رات کا کھانا پروفیسر محمد اسماعیل سیفی صاحب کے گھر تھا، وہاں تشریف لے گئے۔ پروفیسر صاحب بھی پرانے احراری تھے۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے وابستہ اپنی یادیں کھنگالیں اور خوب محفل جمی۔ رات کا قیام غریب خانہ پر تھا۔ صبح نماز کے بعد میری اہلیہ کو بیعت فرمایا اور سلسلہ کے اسباق ارشاد فرمائے۔ اسی اثناء میں محترم مولانا محمد الیاس گھمن صاحب تشریف لے آئے۔ اس وقت تک انہوں نے اپنی جماعت ''اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ'' نہیں بنائی تھی۔ مختلف امور پر پیر جیؒ سے مشاورت فرمائی۔ نماز ظہر کے بعد جامعہ ابو ہریرہ خالق آباد نوشہرہ میں پروگرام تھا۔ وہاں کے لیے روانہ ہوئے تو راستہ میں مسجد قاسم علی خان پشاور کے خطیب مفتی شہاب الدین پوپلزئی صاحب سے ملاقات ہوئی انہوں نے شہد اور بادام کا ہدیہ پیش کیا۔ جامعہ ابو ہریرہ پہنچے تو مولانا عبدالقیوم حقانی اور ادارہ کے طلباء نے بھرپور استقبال کیا۔ لائبریری میں ٹھہرانے کا انتظام تھا۔ جہاں مولانا سمیع الحق صاحبؒ کے بھائی مولانا انوار الحق، مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ المدنیؒ، مولانا قاضی ارشد الحسینی، مولانا حامد الحق حقانی ودیگر علماء کرام بھی تشریف لے آئے۔

نماز ظہر کے بعد پروگرام کا آغاز ہوا۔ پیر جی کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا گیا۔ پیر جی نے اپنے خطاب میں مجلس احرار اسلام کی خدمات اور تحریک ختم نبوت میں قائدین احرار کی خدمات کے حوالہ سے سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ یہاں سے واپسی پر ہم پیر جی کے ساتھ کامرہ تک گئے۔ ہمارے ساتھ قاضی محمد ارشد صاحب بھی تھے۔ وہاں عثمانیہ

ریسٹورنٹ میں قاضی صاحب نے چائے کا انتظام کر رکھا تھا۔اٹک کے کچھ احباب بھی تشریف فرما تھے۔ وہاں سے پیر جی راولپنڈی کے لیے روانہ ہوگئے اور ہم واپس پشاور پلٹ آئے۔

جن کے سائے میں صبا چلتی تھی   پھر نہ وہ لوگ پلٹ کر آئے

ایک دفعہ گوجر خان ضلع راولپنڈی میں ختم نبوت کانفرنس تھی۔ پیر جیؒ اس کے مہمان خصوصی تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب اور مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزارویؒ بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ پروگرام سے پہلے بھی پیر جی کی خدمت میں حاضری ہوئی۔ بہت خوش ہوئے۔ پروگرام سے پہلے غسل فرمایا، کنگھا کیا، خوشبو لگائی۔ پروگرام میں تشریف لے گئے تو استقبال کا منظر دیدنی تھا۔ یادگار اسلاف مولانا عبدالمتین صاحبؒ اور ان کے شاگردوں نے بھرپور انداز میں اپنی محبتیں اور عقیدتیں نچھاور کیں۔ پیر جی نے اپنے خطاب میں منکرین ختم نبوت کے شبہات کے جوابات ارشاد فرمائے اور دوران خطاب فرمایا کہ یہ بخاری میزائل ہیں قادیانی ان کا سامنا نہیں کر سکتے۔ پروگرام کے بعد جائے قیام پہ تشریف لائے۔ احقر ساری رات پیر جی کے ساتھ بیٹھا رہا۔ مختلف امور پہ گفتگو رہی۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ و دیگر بزرگوں کی باتیں سناتے رہے۔ طبیعت بالکل ہشاش بشاش تھی۔ اپنے بھی کئی واقعات سنائے، نماز تہجد ادا فرمائی، فجر کے بعد اپنے اذکار میں مصروف ہوگئے۔ اشراق کے بعد ناشتہ کیا اس کے بعد کچھ دیر آرام فرمایا۔ بعد میں حضرت رائے پوریؒ کے خلیفہ مجاز ڈاکٹر محمد حسین تمیمی للّٰہی سے ملنے ان کی خانقاہ تشریف لے گئے۔ بعد میں کفیل شاہ جی سے معلوم ہوا کہ اس موقع پر ڈاکٹر صاحب نے پیر جی کو اپنی طرف سے خلافت بھی عطا فرمائی۔ بعد میں ایک دفعہ میں نے اس خلافت کے حوالہ سے عرض کیا تو پیر جی چونک پڑے اور بڑی حیرانگی سے دیکھتے ہوئے فرمایا۔ مولوی! تمہیں کس نے بتایا ہے اس خلافت کا؟ میں نے عرض کیا، جی کفیل شاہ جی نے بتایا تھا۔ فوراً استغفار کے کلمات زبان پر جاری ہوگئے اور فرمایا اب تم کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا۔ بس اللہ تعالیٰ اپنا قرب اور معرفت نصیب فرمادیں یہی سب سے بڑی دولت اور نعمت ہے۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن   گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

پیر جیؒ کی کس کس شفقت کو تحریر کیا جائے؟ لاہور اور چناب نگر کی سالانہ کانفرنسوں کے اشتہارات بھی بھیجتے، گرامی نامہ بھی اور خود کال کر کے شرکت کی دعوت بھی دیتے۔ جب بھی ان کانفرنسوں میں حاضری ہوئی، بہت شفقت فرماتے۔ بیان بھی کراتے اور واپسی پہ کرایہ بھی عنایت فرماتے۔ میں پشاور میں قیام پذیر تھا کہ مخدوم گرامی جناب سید محمد کفیل بخاری صاحب نے فرمایا پیر جی کا حکم ہے کہ تم خود بھی کانفرنس میں شریک ہو اور فیصل آباد سے صاحبزادہ طارق محمود صاحب کو بھی ساتھ لے کر آؤ۔ یہ چناب نگر کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس تھی جو ماہ ربیع الاول میں منعقد ہوتی ہے۔ اس حکم کی تعمیل میں میں پہلے فیصل آباد پہنچا وہاں سے صاحبزادہ صاحب مرحوم کو ساتھ لیا اور چناب نگر حاضر ہوئے۔ پیر جیؒ بہت خوش ہوئے۔

واپسی پر مسکراتے ہوئے فرمایا تمہاری تشکیل صحیح رہی، اللہ خوش رکھے، سلامت رہو۔ جیب میں ہاتھ ڈالا اور کچھ نوٹ نکال کر میری جیب میں ڈال دیئے، فرمایا یہ تمہارا انعام ہے۔ صاحبزادہ طارق محمود صاحبؒ کو محترم سید محمد کفیل بخاری کچھ ہدیہ پیش کرنا چاہ رہے تھے۔ صاحبزادہ صاحب لینے سے انکار کر رہے تھے۔ کفیل شاہ جی نے فرمایا یہ پیر جی کا حکم ہے اور ان کی طرف سے میں آپ کو یہ رقم پیش کر رہا ہوں۔ اس پر صاحبزادہ طارق محمود صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ میرا پیر خانہ ہے، سر کے بل بھی چل کے آنا پڑا تو میں آؤں گا، مگر کرایہ لوں، یہ نہیں ہو سکتا۔ کفیل شاہ جی کے شدید اصرار کے باوجود انہوں نے وہ رقم نہ لی۔ واپسی پر بھی میں ان کے ساتھ تھا از راہ تفنن عرض کیا شاہ صاحب اتنا اصرار کر رہے تھے، لے لیتے۔ ہنس کہ فرمایا! خودداری بھی تو آخر کوئی چیز ہے۔ اس خانوادے کے ساتھ ہمارا روحانی اور قلبی تعلق ہے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی اولاد ہمیں اپنے پروگراموں میں بلائے اور ہم ان سے کرایہ لیں۔ یہ ہو نہیں سکتا۔

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں   خاک میں کیا صورتیں ہوں گی جو پنہاں ہو گئیں

اسی طرح 7 ستمبر کو لاہور دفتر احرار اسلام میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس تھی۔ سید محمد کفیل بخاری نے پیر جیؒ کے حکم پر مجھے ارشاد فرمایا کہ تمہاری ڈیوٹی ہے کہ پہلے فیصل آباد پہنچو وہاں سے صاحبزادہ صاحب کو ساتھ لے کر کانفرنس میں شریک ہو۔ میں حکم کی تعمیل میں پشاور سے فیصل آباد جا پہنچا، اتنے میں قبلہ پیر جی کی کال بھی آ گئی، خیر خیریت پوچھی اور فرمایا صاحبزادہ صاحب کو ضرور ساتھ لے کر آنا۔ دن ہم نے فیصل آباد میں گزارا اور شام کو حاجی محمود صاحب (نواب ٹاولز والے) کی گاڑی میں صاحبزادہ صاحب مرحوم کے ہمراہ لاہور پہنچے۔ پیر جیؒ کمرے میں تشریف فرما تھے ہم حاضر ہوئے تو بہت محبت اور شفقت سے پیش آئے۔ صاحبزادہ صاحب کی آمد پر بہت خوش تھے اور مجھے خاص محبت بھری نظروں سے دیکھتے رہے۔ کانفرنس میں میری گفتگو اور صاحبزادہ صاحب کے خطاب کو سراہا دعاؤں سے نوازا۔ اس سفر میں میرا چھوٹا بھائی محمد مبشر بھی ہمراہ تھا۔ صاحبزادہ صاحب تو واپس فیصل آباد تشریف لے گئے اور ہم رات دفتر احرار ہی میں رہے۔ صاحبزادہ صاحب کا یہ زندگی کا آخری سفر تھا۔ چند دن بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

رونق بزم یونہی رہے گی جالب   مگر کچھ اور تھا رنگ جمانے والا

صاحبزادہ طارق محمود صاحبؒ کے ہمراہ احرار کانفرنسوں میں شرکت کے حوالہ سے جو اسفار ہوئے ان کی تفصیل میری کتاب ''حیات و خدمات صاحبزادہ طارق محمودؒ'' میں بھی موجود ہے۔ وہاں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

چناب نگر کانفرنس کے لیے ہی ایک دفعہ مجھے پیر جی نے فرمایا کہ حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب (مہتمم جامعہ ابو ہریرہ خالق آباد، نوشہرہ) کو ساتھ لے کے آنا ہے۔ میں پشاور سے مولانا حقانی کی خدمت میں حاضر ہوا، وہاں سے ہم راولپنڈی پہنچے مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحبؒ کے ہاں جامعہ زکریا، ترنول میں پروگرام تھا اس میں شریک ہوئے، مولانا حقانی نے خطاب فرمایا۔ جب مولانا ہزاروی کو چناب نگر کانفرنس کے حوالہ سے بتایا کہ ہم

وہاں جارہے ہیں تو مولانا ہزاروی بہت خوش ہوئے۔فرمایا مولانا غلام غوث ہزارویؒ جب وہاں تشریف لے گئے تھے تو میں بھی حضرت کے ساتھ تھا، دیر تک بخاری برادران کی جرات و بہادری کا تذکرہ کرتے رہے۔راولپنڈی سے روانہ ہوکر رات ہم فیصل آباد پہنچے، رات کا قیام صاحبزادہ طارق محمود صاحبؒ کے ہاں تھا۔صبح وہاں سے چناب نگر حاضری ہوئی۔لندن سے مولانا عبدالرحمٰن یعقوب باوا صاحب بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ہماری حاضری پر پیر جیؒ بہت خوش ہوئے۔مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب نے خطاب فرمایا، احقر نے بھی کچھ معروضات پیش کیں، پیر جی بہت خوش ہوئے دیر تک دعاؤں سے نوازتے رہے۔

مولانا عبدالقیوم حقانی دامت برکاتہم کے ساتھ اس سفر کی تفصیل احقر کی کتاب ''مکتوبات حقانی''میں بھی موجود ہے۔صاحبزادہ طارق محمود صاحب کا انتقال ہوا تو حضرت پیر جی پورے وفد کے ساتھ جنازہ میں شریک ہوئے، جنازہ اور تدفین کے بعد بھی کافی دیر جامع مسجد محمود میں تشریف فرمارہے۔وہیں مولانا عبدالحفیظ مکیؒ، مولانا محمد اشرف ہمدانیؒ، سابق صدر پاکستان جناب محمد رفیق تارڑؒ، پروفیسر قاری ڈاکٹر محمد طاہر لدھیانوی و دیگر علماء کرام بھی پیر جی کے ساتھ بیٹھے رہے اور خوب خوب اکابر کے تذکرے رہے۔امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے حوالہ سے آپ کی ہمشیرہ صاحبہ سیدہ ام کفیل بخاریؒ نے کتاب مرتب کی ''سیدی وابی''۔یہ کتاب جب شائع ہوئی تو پیر جی نے پانچ نسخے اس کے ارسال فرمائے اور ایک کتاب پر اپنے دست مبارک سے مجھ ناچیز کے لیے دعائیہ کلمات لکھے۔جو یقیناً مجھ ناچیز کے لیے اعزاز اور فخر کی بات ہے۔اسی طرح مولانا کریم بخش صاحبؒ کا مرتب کردہ دعاؤں کا مجموعہ جدید ایڈیشن شائع ہوا تو اس کے بھی دس نسخے بذریعہ ڈاک بھجوائے، حسب معمول ایک نسخہ پر احقر کے لیے دعائیہ کلمات بھی لکھے۔جو میرے پاس پیر جی کی یادگار ہیں۔

وہ ادائے دلبری ہو کہ نوائے عاشقانہ جو دلوں کو فتح کر لے وہی فاتح زمانہ

پیر جیؒ سے قلمی رابطہ بھی رہا۔بہت شفقت فرماتے، میرا ایک جوابی لفافہ تو آخری ملاقات تک اپنے بیگ میں رکھا ہوا تھا۔جب بھی حاضری ہوتی یا کہیں اور ملاقات کا شرف حاصل ہوتا تو بیگ سے وہ لفافہ نکال کر دکھاتے اور فرماتے مولوی اورنگ زیب! تمہارا یہ جوابی لفافہ میں نے اب تک سنبھال کے رکھا ہوا ہے۔پیر جی کے گرامی ناموں میں سے دو کے چند اقتباسات قارئین ''نقیب ختم نبوت'' کی نذر کرتا ہوں۔(ان کی فوٹو کاپی محترم کفیل شاہ جی کو الگ سے ارسال کردی ہے۔)

(1)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب عزیز مکرم ابو ماریہ صاحب و عزیزہ بیٹی ام ماریہ صاحبہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

طالب خیر احقر عطاء المہیمن الحمدللہ مع الخیر ہے۔

جناب ابو ماریہ صاحب زید لطفہ! آپ نے اپنے جن جذبات کا اظہار اپنے مکتوب گرامی میں کیا ہے اس میں صرف اور صرف آپ کے خلوص ہی کی ساری روشنی ہے۔ بندہ کو ابھی خلوص کا یہ مقام کہاں حاصل ہوا۔ اتنا ضرور ہے کہ جو بھی خلوص اور محبت سے قدم بڑھاتا ہے جی کے اندر سے اس کی محبت وخلوص کا جواب اسی پیرایہ میں دینے کا معمول ہے۔ صاف بات یہ ہے کے مولوی حضرات کے طبقہ نے چونکہ پٹائی بہت کی ہے اس لیے ڈر ڈر کے قدم رکھنے کو جی چاہتا ہے۔ بہت ہی جلد اول وہلہ میں وارفتگی کی کیفیت پیدا ہو نہیں پاتی۔ جواباً حسن سلوک تو عین سنت ہے۔ آپ نے محبت وخلوص کا قدم بڑھایا ہے انشاء اللہ العزیز جواباً اسی طرح پائیں گے۔ محبت کا آبگینہ ابتدا میں بہت کمزور ہوتا ہے مگر جب پختہ ہو جائے تو پھر کالنقش فی الحجر والا معاملہ ہو جاتا ہے۔ بہر حال اللہ پاک خیر کا معاملہ فرماویں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء! یاد آوری کا شکریہ۔

عزیزہ بیٹی ام ماریہ صاحبہ! اللہ تعالیٰ آپ کو عافیت نصیب فرماویں۔ آپ کا مکتوب ملا حالات منکشف ہوئے۔ اچھا ہوا آپ نے جلد مطلع کر دیا۔ بٹیا جی پہلی بات تو یہ ہے کہ بندہ کو تو اپنے آپ پر کوئی دعویٰ نہیں نہ ہی کسی بات کا گھمنڈ۔ میں تو خود بہت گنہگار آدمی ہوں۔ یہ بیعت کا معاملہ بھی اس لیے کرتا ہوں کہ کسی کی دعا میرے حق میں قبول ہو جائے تو میرا بیڑا پار ہو۔ آپ پر انجانا خوف میرے ہی کسی عمل بد کا اثر ہوگا۔ میں نے استغفار کی ہے امید ہے آپ کی طبیعت ٹھیک ہونی شروع ہوگئی ہوگی۔

علاج نمبر 1: حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا تصور کر کے جیسے آپ نے ان کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہو ان کلمات کو بیعت کے تصور سے کہیں۔ جیسا کہ آپ اب بیعت کر رہی ہیں۔ اول پہلا کلمہ معنی کا خیال کر کے پڑھیں پھر دوسرا کلمہ معنی کا خیال کر کے پڑھیں۔ یوں خیال کریں کہ حضرت آپ کو کہلوا رہے ہیں۔ یا اللہ میں نے توبہ کی کفر سے، شرک سے، بدعت سے، غیبت سے، چغلی سے، جھوٹ بولنے سے، جھوٹی گواہی دینے سے، نماز چھوڑنے سے، تمام چھوٹے بڑے حرام کاموں سے اور تمام گناہوں سے چھوٹے بڑے یاد ہیں نہیں یاد جو اپنی پوری عمر کیے میں اس سے اے اللہ توبہ کرتی ہوں۔ مجھے معاف فرما، میری توبہ قبول فرما، راضی ہو جا اور اپنی رضا والے اعمال کی توفیق عطا فرما اور اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور پکی اطاعت نصیب فرما۔

یہ بس صرف ایک مرتبہ ہی کرنا ہے فقط۔

علاج نمبر 2: اس کے بعد معمول بنا لیں دن میں ایک بار اس عمل کو کیا کریں۔ وہ یہ ہے۔ ایک بار درود ابراہیمی۔ ایک بار سورہ فاتحہ۔ تین بار سورہ اخلاص۔ ایک بار پھر درود شریف پڑھ کر اس کا ایصال ثواب حضرت

مرشدی شاہ عبدالقادر صاحبؒ و شاہ عبدالعزیزؒ صاحب وسلسلہ کے تمام بزرگوں کے حق میں کردیں۔

علاج نمبر 3: فرائض سے سلام پھیر کر سر پر ہاتھ رکھ کر آیت الکرسی پڑھا کریں اور **ولا یؤدہ حفظھما وھو العلی العظیم** کو تین بار تکرار سے پڑھیں اور تصور کریں کہ اللہ کی حفاظت وحصار میں آ گئی ہوں۔

اللہ اپنی حفاظت میں رکھیں۔ آمین

فقط والسلام بہت ہی عاجز بندہ

فقیر سید عطاء المہیمن بخاری

چناب نگر

8 شعبان 1424ھ

5 اکتوبر 2003ء

(2)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم ومکرم جناب مولانا محمد اورنگ زیب اعوان صاحب (رنگیلا روڈ والے)

زید لطفہ علیکم دائماً آمین بحرمتہ سید المرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج معلوم نہیں کتنے عرصے کے بعد لکھنے بیٹھا ہوں بعض عوارض کی وجہ سے لکھنا پڑھنا چھوٹ گیا ہے۔ یہ آپ کی زندہ کرامت ہے کہ مدت مدید بعد قلم اٹھایا تو قرعہ فال جناب کے نام پر نکلا۔ آپ نے اپنے کام کے بارہ میں اطلاع فرمائی۔ بہت مسرت ہوئی۔ توکل کا یہی راستہ و ذریعہ محمود ہے۔ آپ نے فرمایا برکت کے لیے کچھ لکھ کر ارسال خدمت کروں۔ تعویز وغیرہ تو اس وقت ذہن میں نہیں۔ البتہ اللہ جل شانہ کی پاک کتاب کریم کی آیت کریمہ پیش خدمت ہے۔ سب تعویزوں پر غالب آئے گی۔ انشاء اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ لطیف بعبادہ یرزق من یشاء وھو القوی العزیز۔ پ25 شروع۔

بعد نماز فجر ستر بار پڑھ لیا کریں۔ اول و آخر درود شریف طاق بار۔ اور ایک بار سورہ یاسین شریف اپنے مقصد کو پیش نظر رکھ کر پڑھیں۔ اللہ پاک برکت کے دروازے کھول دیں گے۔ انشاء اللہ

جوابی لفافہ بھیجنے کا تکلف آئندہ نہ فرماویں۔ ایک جوابی لفافہ آپ کا ابھی بھی موجود ہے۔ فی الحال والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جلد ہی ملاقات خطوطی ہو جائے گی۔ انشاء اللہ

والسلام مع الاکرام

فقیر سید عطاء المہیمن بخاری، چناب نگر

آج سے کئی سال قبل دیو بندی مکتب فکر سے وابستہ جماعتوں کے اتحاد کے حوالہ سے کچھ اجلاس منعقد ہوئے تھے ان ہی میں سے ایک اجلاس جمعیت علماء اسلام کی میزبانی میں جامع مسجد دارالسلام اسلام آباد میں انعقاد پذیر ہوا۔ اس میں شرکت کے لیے حضرت پیر جی محترم سید محمد کفیل بخاری و دیگر رفقاء کے ہمراہ تشریف لائے۔ احقر تمام وقت ان کی خدمت میں موجود رہا۔ مفکر اسلام، معروف علمی و ادبی شخصیت حضرت مولانا اللہ وسایا قاسمؒ سے ایک معاملہ میں کچھ تلخی ہوگئی تھی۔ مولانا مجھ سے ناراض تھے، میں نے پیر جی سے عرض کیا، ساری صورتحال بتلائی تو پیر جی نے ہم دونوں کی صلح کرا دی۔ یہ پیر جی کی ہی شخصیت تھی جن کی بات مولانا قاسم نے مان لی اور بغیر کسی پس و پیش کے مجھ سے صلح کر لی وگرنہ وہ تو اتنے غصہ میں تھے کہ کوئی بات سننے ماننے کے لیے تیار ہی نہیں تھے۔ پیر جی نے جب ہماری صلح کرائی تو بڑی حکمت عملی کے ساتھ ان کی پگڑی اتار کر میرے سر پہ رکھ دی اور میری ٹوپی ان کے سر پہ۔ مسکرا کر فرمایا لو جی! اب تو پکی صلح ہوگئی۔ اب ناراض نہیں ہونا۔ ان دنوں برادر گرامی سید ذوالکفل بخاری شہید اسلام آباد نمل یونیورسٹی میں ایک کورس کر رہے تھے۔ پیر جی نے ان سے ملنے وہاں بھی جانا تھا۔ میں قافلہ احرار کو لے کر وہاں بھی ساتھ گیا۔ ذوالکفل بھائی سے مسجد میں ملاقات ہوئی، پھر ان کے کمرے میں گئے وہاں کافی دیر بیٹھے رہے۔ مختلف موضوعات پر ان سے باتیں ہوتی رہیں۔ اس ملاقات کی تفصیل، نقیب ختم نبوت کی خصوصی اشاعت بیاد سید ذوالکفل بخاری شہید میں احقر کے مضمون میں دیکھی جا سکتی ہے۔ راولپنڈی میں مجلس احرار اسلام کے رہنما تھے جناب فیض الحسن فیضی ایڈوکیٹ مرحوم، ایک دفعہ انہوں نے مجھے فون کر کے اطلاع دی کہ فلاں وقت حضرت پیر جی تشریف لا رہے ہیں تم بھی آ جانا۔ میں مقررہ وقت پر حاضر ہوا تو قبلہ پیر جی تشریف لائے ہوئے تھے میری حاضری پر بہت خوش ہوئے۔ اپنے مبارک ہاتھوں سے چائے بنا کر دی، کچھ اور عقیدت مند بھی حاضر ہو گئے ان سے مختلف جماعتی معاملات پر گفتگو رہی۔ مجھے فرمانے لگے کہ مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب (خلیفہ مجاز شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ) سے نماز عصر کا وعدہ ہے۔ تم نے بھی ہمارے ساتھ جانا ہے۔ میں نے عرض کیا حضور خادم حاضر ہے یہ تو میری خوش قسمتی ہے کہ آپ کی رفاقت میں وہاں حاضری ہوگی۔ پیر جی نے وضو کیا کپڑے تبدیل کیے اور ہم مسجد صدیق اکبر، الہ آباد چوہڑ چوک کی طرف روانہ ہوئے، پیکر اخلاص مولانا ہزارویؒ مسجد کے باہر گلی میں ہی استقبال کے لیے موجود تھے، آگے بڑھ کر گاڑی کا دروازہ کھولا، پیر جی نور اللہ مرقدہ، کا ہاتھ تھاما اور مسجد لے گئے۔ نماز عصر کا وقت ہو گیا تھا۔ پیر جی سے گزارش کی کہ نماز عصر آپ پڑھائیں۔ پیر جی نے فرمایا میں مسافر ہوں قصر پڑھوں گا۔ اس لیے نماز آپ ہی پڑھائیں مگر انہوں نے انتہائی محبت اور عقیدت سے فرمایا نہیں شاہ جی نماز آپ ہی پڑھائیں ہم بعد میں اپنی نماز مکمل کر لیں گے۔ پیر جی مصلیٰ امامت پہ کھڑے ہوئے تو پیر صاحب نے نمازیوں سے فرما دیا کہ شاہ صاحب مسافر ہیں دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیں گے جبکہ ہم نے چار رکعت پوری کرنی ہیں۔ چنانچہ پیر جی نے نماز پڑھائی، نماز کے بعد مختصر بیان فرمایا۔ بیان کے بعد مولانا عزیز الرحمٰن

ہزاروی مہمان خانہ میں لے گئے جہاں ڈرائی فروٹ، شہد اور چائے سے تواضع فرمائی۔ پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری اور مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ کا تذکرہ کرتے رہے۔ پیر جی، قیام مدینہ منورہ کے دوران حضرت شیخ الحدیثؒ کے ہاں ہی رہتے تھے، ان کے انتقال پر غسل اور تدفین میں بھی شریک رہے۔ شیخ الحدیثؒ کی آپ پر بہت شفقتیں تھیں، اپنے ساتھ دسترخوان پر کھانا کھلاتے تھے، اگر کسی وقت پیر جی دسترخوان پہ موجود نہ ہوں تو وہ خود کھانا ہی نہیں کھاتے تھے۔ پیر جی حاضر ہوتے تو تب کھانا تناول فرماتے۔ کیا عظیم لوگ تھے۔ اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔ مغرب کے قریب پیر جی نے ان سے اجازت چاہی۔ مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی رخصت کرنے باہر تک تشریف لائے۔ جب تک ہماری گاڑی نظروں سے اوجھل نہیں ہوگئی برابر وہ کھڑے رہے۔

ہائے کیا لوگ تھے جو دام اجل میں آئے

ماہنامہ ''القاری'' لاہور میں استاذ القراء حضرت قاری محمد تقی الاسلام دہلویؒ سے متعلق میرا تعزیتی مضمون شائع ہوا تو وہ پیر جی کی نظروں سے بھی گذرا۔ مضمون پڑھتے ہی مجھے فون کیا اور فرمانے لگے قاری تقی الاسلام صاحب تو ہمارے دیرینہ دوست تھے۔ مدینہ منورہ اور ریاض میں ہماری خوب محفلیں ہوتی تھیں، قاری صاحب بڑے مہمان نواز تھے اپنے ہاتھوں سے مختلف قسم کے کھانے بنا بنا کر ہمیں کھلاتے تھے۔ مجھے تو ان کی پاکستان آمد اور انتقال کی خبر ہی نہیں تھی۔ تمہارا مضمون پڑھ کر معلوم ہوا کہ وہ مستقل طور پر پاکستان آگئے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں، درجات بلند فرمائیں اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں۔ پیر جی دیر تک ان کے لیے دعائیہ کلمات ارشاد فرماتے رہے۔ پیر جی سید عطاء المہیمن بخاریؒ کو ہم سے جدا ہوئے آج (6 فروری 2022ء بروز اتوار) پورا ایک سال بیت گیا ہے۔ میری کم ہمتی، بیماری اور نالائقی آڑے آتی رہی کہ پیر جی سے متعلق اپنی یادداشتیں بروقت قلم بند کرسکا وگرنہ ماہنامہ نقیب ختم نبوت کی خصوصی اشاعت میں شائع ہوجاتیں۔ اب بھی بچوں کے شدید اصرار اور ہمت بندھانے پر چند منتشر یادوں کو سمیٹنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ شرف قبولیت نصیب فرمائیں۔ آمین

ڈاکٹر عمر فاروق احرار

قادیانیوں کی نئی حکمت عملی اور ہمارا کردار

سوال یہ ہے کہ یورپی یونین ہو یا امریکہ، انسانی حقوق کی تنظیمیں ہوں، یا مذہبی آزادی کی علمبردار این جی اوز، اِن سب کی آواز صرف قادیانیت ہی کے حق میں کیوں بلند ہوتی ہے، حالانکہ پاکستان میں ایک درجن کے لگ بھگ دیگر اقلیتیں بھی بستی ہیں، جن کے حقوق اور مسائل کو اُجاگر کرنے میں اِن بیرونی قوتوں کو اس طرح کیوں دل چسپی نہیں ہے، جس طرح وہ قادیانیوں پر مبینہ مظالم اور زیادتی کا نوٹس لیتی ہیں؟ قادیانیت کے موضوع اور تحفظ ختم نبوت سے دل چسپی رکھنے والے احباب پر یہ حقیقت واضح ہے کہ برطانوی استعمار نے اپنے مخصوص مقاصد کے لیے قادیانیت کو جنم دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قادیانیت اور استعماریت میں آج بھی چولی دامن کا ساتھ ہے۔ امریکی سامراج ہو، یا برطانوی استعمار دونوں کا لطف وکرم قادیانی کمیونٹی کو ہمیشہ سے حاصل رہا ہے۔ امریکی صدر ٹرمپ اور قادیانی عبدالشکور چشمے والے کی ملاقات ابھی کل کی بات ہے۔ قادیانیت نے وجود میں آتے ہی مذہب کا لبادہ اوڑھا اور مناظروں اور مذہبی مناقشوں کا بازار گرم کیا، جس کا مقصد اپنی مذہبی حیثیت کو نمایاں کرکے سیاسی عزائم کو چھپانا تھا۔ اِس طرح قادیانیت ایک مذہبی فریق کے طور پر منظر عام پر آئی۔ علماء کرام نے عوام کو قادیانیت کے اثرات سے بچانے کے لیے قادیانیوں سے علمی سطح پر مناظرے بھی کیے اور قادیانیت پر اسلام کی برتری اور حقانیت ثابت کی، لیکن ابھی تک اُن کا برطانوی جاسوس اور ایجنٹ ہونے کا کردار پس پردہ تھا۔ بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں بابائے صحافت مولانا ظفرعلی خان نے اپنے اخبار روزنامہ ’’زمیندار‘‘ لاہور میں قادیانیت کے سیاسی تعاقب کا آغاز کیا اور نظم ونثر کے ذریعے قادیانیوں کے استعماری مہرے ہونے کا پردہ چاک کیا۔ 1929ء میں مجلس احرار اسلام کے نام سے ایک سیاسی جماعت بنائی گئی۔ جس کی تشکیل میں محدث العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کا اُصولی مشورہ بھی کارفرما تھا، کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ قادیانیت کے مقابلہ کے لیے ایک ملک گیر جماعت بنائی جائے۔ خود احرار کے بانی رہنما امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ بھی احرار کے قیام سے کئی برس پہلے قادیانی جماعت کے مقابلہ کے لیے ایک جماعت کی ضرورت کا اظہار فرما چکے تھے۔ احرار رہنماؤں کی بصیرت کی داد دینی چاہیے کہ اُنھوں نے قادیانیت کے سیاسی ارادوں اور منصوبوں کا ادراک کرتے ہوئے اُس کا سیاسی میدان میں مقابلہ کرنے کا پروگرام بنایا۔ مفکر احرار چودھری افضل حق نے قادیانیوں کے خلاف احرار کے صف آرا ہونے کی وجوہات بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا تھا کہ: ’’مرزائیت میں اگر فاش خامیاں نہ بھی ہوتیں اور وہ غلط دعووں کا عبرت انگیز مرقع نہ بھی ہوتی تو بھی نبوت کا دعویٰ بجائے خود اِسلام پر ضرب کاری اور مسلمانوں میں انتشارِ عظیم پیدا کرنے کا سبب ہے۔ اس دعوے

کے ساتھ ہی یہ گروہ انسانوں کی کڑی نگرانی کا سزاوار ہوجاتا ہے۔ پس ہم نے دیکھا کہ مرزائی لوگ 1: برٹش امپیریلزم کے کھلے ایجنٹ ہیں۔ 2: وہ مسلمانوں میں ایک نئی گروہ بندی کے طلب گار ہیں جو مسلمانوں کی جمعیت کو ٹکڑوں ٹکڑوں میں بانٹ دے گی۔ 3: وہ مسلمانوں میں بطور ففتھ کالم کام کرتے ہیں۔'' قادیانیوں کی اصلیت آشکارا کرتے ہوئے مجلس احرار اسلام میدان میں اتری اور تحریک کشمیر 1931ء سے لے کر ربوہ (چناب نگر) میں فاتحانہ داخلہ 1976ء تک قادیانیوں کی سیاسی تخریب کاریوں کی نقاب کشائی کرتے ہوئے انہیں ناکوں چنے چبواتی رہی اور الحمدللہ سرخ پوشانِ احرار کی یہ مبارک جدوجہد تادمِ تحریر جاری ہے۔

علماء کرام نے جب قادیانیوں کو مناظرانہ میدان میں علمی شکست فاش سے دوچار کیا تو قادیانیوں نے فرار کی راہ نہ پا کر پینترا بدلا۔ سر ظفر اللہ خان قادیانی تقسیم سے پہلے وائسرائے ہند کی ایگزیکٹو کونسل کا رُکن تھا اور اُسے برٹش امپیریلزم کے ایک وفادار کل پرزے کی حیثیت سے استعماری قوتوں کا اعتماد حاصل تھا۔ اس لیے اُنہی قوتوں نے پاکستان بن جانے پر یہاں اپنا عمل دخل رکھنے کے لیے اُسے پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ کے منصب پر لا بٹھایا۔ سر ظفر اللہ کی بدولت بے شمار قادیانی مختلف اہم اداروں میں بھرتی ہوئے۔ پلاننگ کمیشن کے ڈپٹی چیئر مین ایم ایم احمد سے لے کر ڈاکٹر عبدالسلام تک سینکڑوں قادیانیوں کو ہر ادارے میں داخل کیا گیا۔ اِسی کے ساتھ ہی بیرونی پاکستانی سفارت خانوں میں قادیانیوں کو ملازمتیں فراہم کی گئیں، جنھوں نے مختلف ممالک میں وہاں کے اعلیٰ افسران، گروہوں اور تنظیموں سے تعلقات استوار کیے اور پاکستان کے ملازم ہوتے ہوئے پاکستان کے مخالفین کے ساتھ ساز باز میں اُن کے شریک و معاون بنے۔ استعماریت کے ایجنٹ ہونے کی بنا پر اُنہیں ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ اب صورت حال یہ ہے کہ قادیانی مناظروں کے بجائے اپنی سیاسی سرگرمیوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ بیرونی ممالک میں مختلف لابیوں، سیاست دانوں، حکومتی ذمہ داروں اور این جی اوز کے ساتھ اُن کا مستقل رابطہ ہے۔ اب وہ وہاں اپنے آپ کو ایک مذہبی جماعت کے بجائے فلاحی و خیراتی ادارے کے طور پر رجسٹرڈ کراتے ہیں۔ رفاہی کاموں اور چیرٹی شوز کے ذریعے اپنی شناخت پیدا کرتے ہیں اور در پردہ استعماری ایجنڈہ کی تکمیل کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ مذہبی کام کے لیے قادیانیوں کے الگ افراد کام کرتے ہیں۔ جب وہ لوگ اپنا سالانہ جلسہ کرتے ہیں تو مختلف لابیوں اور سرکاری حکام سے جڑے ہوئے قادیانی اپنے تعلقات کے ذریعے اعلیٰ حکام اور حزب اختلاف کے رہنماؤں کو اپنے سالانہ جلسوں میں شمولیت کے لیے لے آتے ہیں۔ امریکہ، کینیڈا اور برطانیہ وغیرہ میں یہ کام شدومد سے ہوتا ہے۔ جن کے ذریعے وہ پاکستان میں قادیانی کمیونٹی کے ساتھ ''امتیازی سلوک'' اور پاکستانی آئین کی ''ظالمانہ'' شقوں کو ہدفِ تنقید بناتے ہیں اور عالمی سطح پر پاکستان کی بدنامی کا باعث بنتے ہیں۔ قادیانی اب کھل کر سامنے نہیں آتے، بلکہ وہ اپنے مقاصد کو رُوبہ عمل لانے کے لیے لبرل اور سیکولر عناصر اور انسانی حقوق کی تنظیموں کا سہارا لیتے ہیں جو قادیانیوں کی مظلومیت اور اُن کے انسانی حقوق کی مبینہ خلاف ورزیوں پر بیان بازی کرتے

اورفرضی رپورٹیں جاری کرتے ہیں۔ 1973ء کا آئین جس میں قادیانیوں کی مذہبی حیثیت متعین کی گئی ہے اورقانون توہین رسالت ان عناصر کا خصوصی ہدف ہیں۔اب تو قادیانی سربراہ مرزا مسرور کا یہ وڈیو بیان بھی سوشل میڈیا پر وائرل ہوا ہے کہ ''ہمارا مرکز تو قادیان ہی رہے گا،مگر پاکستان کا آئین ضرور بدلے گا۔'' جبکہ امسال جون میں اقوام متحدہ کی ہیومن رائٹس کونسل کے اجلاس میں قانون توہین رسالت کے خاتمہ کا مطالبہ کیا گیا ہے۔قادیانیوں کی اِس بدلتی ہوئی سٹریٹجی کو مدنظر رکھتے ہوئے تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر سرگرم جماعتوں کے کاندھوں پر یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ قادیانیت کے خلاف جاری کردہ روایتی طریقہ کار پر نظر ثانی کریں۔ ملک میں جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو قادیانی کلٹ سے آگاہی دیں۔انتظامیہ، عدلیہ اور مقنّنہ تک ختم نبوت کا پیغام پہنچائیں۔ دنیا بھر میں قادیانیوں کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھیں اور اُن کی تخریب کاریوں پر مبنی سالانہ رپورٹ جاری کریں۔غیر ملکی سفارت خانوں کو قادیانی جارحیت اور اُن کی ریشہ دوانیوں سے آگاہ کریں۔ جدید اسلوب میں لٹریچر تحریر کر کے اُسے مختلف ممالک میں پھیلائیں۔ ہر عالمی فورم پر اپنا نقطہ نظر پہنچانے اور قادیانیوں کے جھوٹ کو واضح کرنے کی اشد ضرورت جتنی آج ہے،اس سے پہلے کبھی نہ تھی۔یہی وقت کا اصل تقاضا اور اِس دور کی اہم ضرورت ہے۔

MEDICAL
BOOK POINT
FOR HOME DELIVERY ALL OVER PAKISTAN
JUST A CALL AWAY
Near Kamboh Medical Hall & Aslam photostate
Opp: Nishtar Emergency Gate Nishtar Road Multan

- Medical
- D.P.T
- Pharmacy
- Nursing
- Dental

0300-4560091
0300-1590091
DELIVERY Any Where in PAKISTAN

مفکر احرار چودھری افضل حق رحمہ اللہ (قسط نمبر 24)

تاریخ احرار

استدعا: بحضور اعلیٰ حضرت والیٔ تخت وتاج عباسیہ ریاست بہاول پور

عالی جاہا! حضور والا کی نظر بالغ نے یہ دیکھ لیا ہوگا کہ ہندوستان کی سیاست پہلے بھاپ کے کندھوں پر سفر کرتی تھی۔ اب بجلی کی سی تیزی سے ترقی کر رہی ہے۔ حضور جو زمانے کے حال اور رعایا کی نبض سے واقف ہیں یہ بھی جانتے ہیں کہ رعایا کے نظم ونسق میں مناسب حصہ لینے کی خواہش مدتوں سے عوام کے سینے میں کروٹیں لے رہی ہے اور اس خواہش کا اظہار وقتاً فوقتاً عرض داشتوں کی صورت میں ہوتا رہا مگر ہر التجاء کا جواب قریب قریب باوقار خاموشی سے دیا گیا۔ ہم نے محض ادب واحترام کے مقتضیات کے پیش نظر کسی اجتماعی تحریک میں حصہ نہ لیا۔ قیاس کیا کہ آج نہیں تو کل ہماری قسمتوں میں خوشگوار تبدیلی پیدا ہو جائے گی اور ریاست کی حدود کے قریب انگریزی علاقہ میں جو انقلاب کی رو دوڑ رہی ہے حکام ریاست خود بخود اس سے بہترین نتائج اخذ کر کے رعایا کی قدرتی خواہشات کو نظر انداز نہ کریں گے۔ لیکن مدت کے انتظار کے بعد بھی ہمارے خوشگوار خوابوں کی کوئی خوش کن تعبیر نہ نکل سکی۔

عالی جاہا! فطرت ہر چند دنیا کے واقعات کی طرف انگلیوں سے اشارہ کر کے کہہ رہی تھی کہ قربانی کے بغیر حقوق کا ملنا مشکل ہے لیکن ہم نے حضور والا سے طبعی عقیدت اور دل بستگی پر زندہ رہنے کی کوشش کی۔ اور حضور کے حکام نے غلطی سے یہ سمجھا کہ ہم تن آسان اور قربانی سے پہلو تہی کرنے والی قوم ہیں۔ کوئی روٹھے تو اسے کوئی منائے جس رعایا نے روٹھنا نہ سیکھا ہو اسے منانے کی کوئی تحصیل حاصل کیوں کرے؟

حضور سے ہمیں اب بھی عقیدت ہے۔ سرکار نے تو پہلے حکومت کے شعبے تقسیم کر کے حکام کے سپرد کیے ہوئے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ اگر یہ اختیارات عوام کو مل جاتے تو حضور والا سے زیادہ خوشی کسی کو حاصل نہ ہوتی۔ مصیبت صرف اتنی ہے کہ حکومت جس کے ہاتھ میں ہو وہ دوسروں کو اس میں شریک کرنا پسند نہیں کرتا۔ حضور والا کے ملازم بھی ان انسانی کمزوریوں سے بالا نہیں۔ جو اختیارات حضور والا نے ازراہ رعایا پروری ان کو دیئے ہوئے ہیں وہ ان کو بخوشی خود ہرگز نہ چھوڑیں گے۔ بلکہ لاعلمی اور عملی مشکلات کا اظہار کر کے انتقال حقوق کے خلاف نئی نئی دلیلیں پیش کریں گے۔ حضور مسلمان والی ملک ہیں۔ خوب جانتے ہیں کہ خدا کی مخلوق حکام کی کھیتی نہیں۔ حکام کا عمل امت کے مشورے اور منشا کے خلاف ہو تو یہ اسلام کے منافی ہے۔ یہی ذمہ دار حکومت کی بنیاد ہے۔ ہماری مذہبی روایات اور رفتار زمانہ اس امر کے داعی ہیں کہ آزاد اسمبلی کا قیام ریاست میں فوراً عمل میں لایا جائے۔ سرکار والا کے ملازم اس مطالبے کے خلاف یہ کہیں گے کہ ریاست پس ماندہ ہے۔ فرسودہ طریق حکومت میں تبدیلی کے سب سے قوی دلیل بھی ریاست کی پس ماندہ حالت ہے۔ چند افسران پر لاکھوں بندگان خدا کی فلاح قربان نہیں کی جاسکتی۔ صوبہ سرحد اصطلاحات سے پہلے کیسا پس ماندہ علاقہ تصور ہوتا تھا لیکن عوام کی بے پناہ خواہش کے سامنے حکومت برطانیہ کو بھی

جھکنا پڑا۔ اس پس ماندہ صوبہ سرحد میں ذمہ دار حکومت کامیابی کے ساتھ چل رہی ہے۔ لیکن ہم خارجی اثرات کی بحث میں کیوں پڑیں؟ ہم اس امر کا صاف اظہار کرتے ہیں کہ ہماری امیدیں حضور والا سے وابستہ ہیں۔ ایسے ذمہ دار طرز حکومت کے لیے جس کی بنیاد رائے دہندگی بالغاں پر رکھی جائے۔ بے پناہ خواہش عوام کے دلوں میں موجود ہے۔ جہاں حضور کی ذات ستودہ صفات کا ادب ہمارے ذمہ ہے۔ اسی طرح رعایا کی خواہشات کا احترام ہماری تمنا ہے۔ ہم اس یقین کے ساتھ کہ ہماری تمنا کو ٹھکرایا نہ جائے گا بصد ادب گذارش کرتے ہیں کہ:

ا۔ ریاست میں ایسی ذمہ دارانہ حکومت کی فوری تشکیل کا اعلان فرمایا جائے جس میں ہر بالغ کو رائے دینے کا حق ہو۔ وزاراء عوام کے نمائندوں میں سے چنے جائیں اور یہ وزراء بھی نمائندوں کے سامنے جواب دہ ہوں۔

۲۔ تمام بجٹ آزاد اسمبلی کے سامنے پیش ہو اور عوام کے منتخب شدہ ممبروں کو اس کے منظور کرنے کم کرنے اور مسترد کرنے کے پورے اختیارات ہوں۔

۳۔ نیز اس اسمبلی کو بہتر نظم ونسق کے لیے پہلے قوانین اور قاعدے بدلنے اور نئے قواعد وقانون بنانے کے مکمل اختیارات ہوں۔

۴۔ ہر سرکاری محکمہ ذمہ دار وزراء کے ماتحت ہو۔

ہماری ریاست کی حالت صوبہ سرحد کی قبل از اصلاحات کی حالت سے پورے طور پر ملتی ہے۔ فرق یہ ہے کہ ہم نے حقوق کے لیے قربانی کی بجائے حضور کی ذات والا صفات پر اعتماد کیا اور بدستور اعتماد رکھتے ہیں۔ حالانکہ ہم اپنے گذشتہ معروضات کے بے نتیجہ ہونے کے باعث قدرتی طور سے اندوہ گین ہیں۔ تاہم ہم نے ایجی ٹیشن اور قانون شکنی کی راہ اس لیے اختیار نہیں کی کہ مبادا راعی اور رعایا کے درمیان شکر رنجی پیدا ہو جائے۔ اب ہم امید رکھتے ہیں کہ حضور والا آزاد اسمبلی کے قیام کا اعلان فرماتے ہوئے ملازمان سرکاری کو ہدایت فرمادیں گے کہ وہ ایسے حالات نہ پیدا ہونے دیں جن سے لوگ مایوس ہو کر وہ راہ اختیار کریں جو صوبہ سرحد کے ستائے ہوئے لوگوں نے کی تھی۔

ہم پورے ادب واحترام سے حضور کی خدمت میں عرض گذار ہیں: رعایا کی مشکلات حد سے گذر چکی ہیں۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ غریب لوگ کس طرح مصیبت سے بسر اوقات کرتے ہیں۔ موجودہ وزراء کی یہ حالت ہے کہ وہ مسلمان وفد کو حضور کے پیش ہونے بھی نہیں دیتے۔ اس سے زیادہ ہماری بے کسی اور مصیبت کی داستان اور کیا ہو سکتی ہے؟ جب تک وزراء عوام کے سامنے جوابدہ نہ بنائے جائیں جن کو غریب سے غریب اپنے ووٹ کے استعمال سے بنا سکے یا برطرف کر سکے تب تک کون افسر غریبوں کی پکار کو سن سکتا ہے۔

جی ہر چند چاہتا ہے کہ لوگوں کی مالی تباہی اور سیاسی تنزل کی داستان غم کے دفتر حضور کے سامنے کھول کر رکھے جائیں لیکن ہمیں یقین ہے کہ حضور اپنی رعایا کی تباہ حالی کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں۔ صدیوں کے انسانی تجربوں نے ان مشکلات کا جو حل یعنی ذمہ دارانہ حکومت تجویز کیا ہے وہ بھی حضور سے پوشیدہ نہیں ہے۔

اس لیے ہم آخری بار حضور والا سے درخواست کرتے ہیں کہ فوراً ذمہ دار اسمبلی کا قیام عمل میں لایا جائے تا کہ

ریاست کا نظم ونسق بہتر ہو کر رعایا کی خوش حالی کا باعث ہو اور رعایا حضور والا کے اقبال و درازی عمر کی دعا کرے۔

عرض حال:

کب تک ضبط کروں میں آہ چل مرے خامے بسم اللہ

یہ بات ایک نہایت حیران کن ہے کہ گورنمنٹ بہاول پور کو جب کبھی اپنی خواہشات کو عملی جامہ پہنانا ہوتا ہے تو وہ اسے تمام و کمال ذاتِ شاہانہ کی طرف منسوب کر دیتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رعایا بہاول پور اگر چہ ان تمام معاملات کے نتائج بد کے شکار بننے سے پہلے ہی آگاہ ہو جاتی ہے لیکن اس کے مداوا کے لیے صرف ذاتِ شاہانہ کے وقار کے پیش نظر کوئی قدم اٹھانے سے مجبور رہتی ہے۔ اور یہی وہ مقصد ہے جسے گورنمنٹ بہاول پور اپنی اور ریاست کی ذمہ داری حضور آقائے دولت وولی نعمت دام اقبالہ واجلالہ کے کندھے پر رکھ کر حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اور پھر پبلک کی طرف سے جب کبھی گورنمنٹ کے غلط اقدامات پر ایمان دارانہ احتساب ہوتا ہے تو وہ ذات شاہانہ کے وقار کی آڑ میں ایسے تمام آدمیوں کو جنھیں حکومت کی غلط روی کے متعلق ذرا بھی کچھ کہا ہو مبتلائے مصیبت وآلام کرنے میں اپنے آپ کو قانوناً حق بجانب خیال کرتی ہے۔ اگر آج بھی موجودہ گورنمنٹ کی ابتداء سے اس وقت تک کا جائزہ لیا جائے تو گورنمنٹ کی غلطیوں کی ایک طویل فہرست مرتب کی جاسکتی ہے جس کے اثرات بد کا لاکھوں بندگان خدا مختلف اوقات میں شکار ہوتے رہے ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہم ان مباحث میں پڑ کر فضا کو تلخ سے تلخ تر بنا دیں۔ مگر اس کا علاج ہے کہ حکومت بہاول پور پبلک کے اغراض سے پورے طور پر بے پروا اور آنکھوں پر پٹی باندھ کر اپنی خود غرضیوں کو پورا کرنے پر تل گئی ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ پبلک میں حکومت کے خلاف ایک جذبہ پیدا ہو جاوے گا۔ اور گورنمنٹ کو پھر ایک دفعہ حضور والا جاہ کے وقار کی آڑ میں پولیس اور فوج کی جمعیت کو حرکت میں لا کر اپنا حکم منوانے کا ایک موقعہ ہاتھ آجائے گا۔ ہم خدائے قدوس سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ ارکان حکومت کو تدبر اور فہم صحیح عطا فرمائے تا کہ وہ بجا طور پر اپنی اس دنیا کی ذمہ داریوں اور آئندہ دنیا کی جواب دہی کا احساس کرسکیں۔ آمین ثم آمین۔

آپ کو یاد ہوگا کہ جمعیت المسلمین نے دسمبر ۱۹۳۸ء کے آخر میں ’’پبلک کیا چاہتی ہے‘‘ کے عنوان سے معروضات سال ۱۹۳۴ء کی یاد دہانی کے طور پر ایک مختصر پمفلٹ شائع کیا تھا۔ جس کے بعد عالی مرتبت پرائم منسٹر صاحب بہادر سے مختلف اوقات میں تبادلہ خیالات ہوا۔ اور اس معاملے کے مختلف مراحل طے کرنے کے بعد جمعیت المسلمین نے ۶/ مارچ ۱۹۳۸ء کی تحریک کے ذریعے استدعا کی تھی کہ وزارت عظمیٰ ان معروضات کے متعلق یکم اپریل ۱۹۳۹ء تک کوئی آخری اعلان شائع کر دے تا کہ اس اعلان کی روشنی میں جمعیت المسلمین اپنے معروضات کے متعلق کوئی آئینی جدوجہد کر سکے۔

مقام شکر ہے کہ وزارت عظمیٰ کی طرف سے وہ اعلان پریس کمیونک کی شکل میں مورخہ یکم اپریل ۱۹۳۹ء کو شائع ہوا۔ اگر چہ گورنمنٹ نے اس امر کا امکان پیدا کر دیا ہے کہ اس پر موافق ومخالف خیالات کے اظہار کو آئین وضابطہ کی روشنی میں صحیح خیال کیا جائے گا لیکن کمیونک کے لب ولہجہ سے صاف عیاں ہو رہا ہے کہ اعداد وشمار اور حقائق وبصائر کی تائید کے ساتھ بھی مخالف خیال کے اظہار کرنے والے کا گناہ نا قابل معافی ہوگا اور جس کی سزا قلعہ دیراوڑ کی تنگ وتاریک کو

ٹھڑیوں کے سوائے حکومت کے پاس اور کچھ نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ سب کچھ حکومت اپنی فتح وشکست کے جذبہ سے سرشار ہوکر کرے گی مگر ہم سمجھتے ہیں کہ ارکان حکومت کے قلوب ابھی تک اس قدر مسخ نہیں ہوئے کہ وہ اپنی وضع کردہ پالیسی کو حق بجانب یقیناً خیال کرتے ہیں۔ لیکن وہ اس کو دفتری طور پر تسلیم کرنے کے لیے اس لیے تیار نہیں کہ ان کی سنہری اور روپہلی مصلحتوں کے ساتھ ساتھ ان کے ذاتی منافع ان کے ہاتھ سے نکل جانے کا قوی امکان ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت وزراءِ عظمیٰ کی طرف سے جو کمیونک شائع ہوا ہے کیا اس میں پبلک کے اطمینان کا کچھ بھی مواد موجود ہے؟ اس کا اندازہ ان مختلف خیالات سے ہوسکتا ہے جو اس وقت پبلک کے مختلف حلقوں سے ظاہر ہو رہے ہیں۔

آج ریاست کے ہر فرد کی زبان پر اس کمیونک کا تذکرہ ہے بعض شخص نہایت بلند آہنگی کے ساتھ اگر اسے لغویات کا پلندہ قرار دے رہے ہیں۔ تو کوئی اسے جھوٹ اور اباطیل کی پوٹ کہتا ہے کوئی اسے ''ویری بوگس تھنگ'' (VERY BOGUS THING) کا لقب دے رہا ہے تو کوئی اسے'' موسٹ روٹین تھنگ'' (MOST ROTTEN THING) کے الفاظ سے یاد کررہا ہے۔ کوئی اسے دھوکہ اور فریب سے مثال دے رہا ہے تو کوئی اسے طفل تسلی سے تعبیر کررہا ہے۔ غرضیکہ ادنیٰ شعور کا انسان بھی جو حکومت کی خوشامد اور ذاتی نفع اور ضرر سے بے نیاز ہے، اس کمیونک کو نہایت مایوس کن اور مضحکہ خیزی کا سامان تصور کرتا ہے۔ اور آج بات بات پر حضور سرکار عالی دام اقبالہ وملکہ کو ہماری غداری اور غیر وفاداری کا یقین دلانے کی کوشش کی جاتی ہے اور ذات ہمایونی کے دماغ کو پبلک کی طرف سے بدظن کیا جاتا ہے۔ حاشاوکلا خدا گواہ ہے یہ ایک نہایت ہلاک کن فریب ہے۔ آج اس اتہام سے ہمارے آباؤاجداد کی روحیں کانپ رہی ہیں۔ کیا ان لوگوں کی اولاد سے ممکن ہے جن کے خون کی گواہی باغ وراغ کے لالہ زار ریگستان بہاول پور کا ایک ایک ذرہ دے رہا ہے؟ کیا ان لوگوں سے غداری اور بے ایمانی کی توقع کی جاسکتی ہے جن لوگوں نے اپنے آبائی وطن کو خیر باد کہہ کر ریاست کے اجاڑ اور سنسان بنجروں کو اپنے خون سے سینچا؟ اور پھر اس اتہام کے بالمقابل اپنی وفاداری وجان نثاری کا ڈھول پیٹنا کم از کم ان لوگوں کو قطعاً زیب نہیں دیتا جو یہاں ملازمت کے سلسلہ میں دولت کما کر مستقل طور پر یہاں سے لوٹ جانے والے ہیں۔ آج اس اتہام کو سننے والے بھی ایسے لوگوں کی نادانی پر ہنستے ہیں جو اس اتہام کو اپنی طاقت فوج اور پولیس کے مظاہروں، بندوقوں اور مشین گنوں کی نمائش سے لوگوں کے دماغوں میں بٹھانے کی کوشش کرتے ہیں اور ان لوگوں پر زندگی کے لیے زمین تنگ کررہے ہیں جو ملک کے حقیقی خیر خواہ ہیں۔ جنھوں نے ہمیشہ کے لیے اس سرزمین کی آغوش کو اپنی موت کے بعد کی زندگی کے لیے چن لیا ہے۔

آج ہم علی الاعلان اس امر کو واضح کردیتے ہیں کہ بہاولپور کے لوگ عقل وشعور میں ہندوستان کے کسی صوبے کے باشندوں سے کم نہیں ہیں۔ صوبہ سندھ اور پنجاب کے اضلاع مظفر گڑھ اور ڈیرہ غازی خاں کی حیثیت سے ان کی حیثیت بدرجہا بہتر ہے۔ وہ اپنے مفاد اور نقصان کو سمجھ کر اور اس کا علاج بھی سوچ سکتے ہیں اور اس سلسلہ میں کوئی طریق کار بھی تجویز کرکے اسے کامیاب بھی بنا سکتے ہیں مگر وہ اس امر سے بخوبی آگاہ ہیں کہ آج کل نظام حکومت کس طرح چلایا جا رہا ہے اور اس میں کیا کیا نقائص ہیں؟ اس وقت بہاول پور کی پبلک عملی طور پر موجودہ ارکان وزارت کے متعلق رائے رکھتی

ہے۔صرف اب اگر ضرورت ہے تو اس امر کی کہ ان کو پر سکون احتجاج کی طرف دعوت دی جائے جس سے اس وقت تک حضور سرکار عالی دام اقبالہ و ملکہ کے وقار کے پیش نظر، جسے حکومت کے ارکان بار بار اپنے بچاؤ میں استعمال کرتے رہے ہیں، احتراز کیا جاتا رہا ہے۔ وقت آ گیا ہے کہ حقیقت کو عملی طور پر واضح کر دیا جائے کہ رئیس کا غدار اور ملک کا دشمن کون ہے؟ حکومت یا پبلک؟ ہم حکومت کو واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اب پبلک زیادہ دیر تک دھوکے میں نہیں رکھی جا سکے گی۔ اسے ملازمتوں کے گورکھ دھندوں میں زیادہ عرصہ تک الجھایا نہیں جا سکے گا۔ اسے یاد رکھنا چاہیے کہ ان مٹھی بھر ملازموں کی قسمت اور مستقبل لاکھوں انسانوں کی بد نصیبی کا علاج نہیں ہے۔ ہمارے سامنے اس وقت بھوکے ننگے انسانوں کا مستقبل ہے جو چلچلاتی دھوپ اور کڑکڑاتے جاڑے کی تکلیفوں کو برداشت کر کے حکومت کے خزانے کو تو پر کرتے ہیں۔ مگر ان کے اپنے لیے نہ تن ڈھک کپڑا اور نہ پیٹ بھر روٹی ہے۔ آج اس کے افلاس کی یہ حالت ہے کہ اس کی بہو بیٹیوں کا ستر چیتھڑوں سے بھی ڈھکنا مشکل ہے۔ یہ ریاست کے ٹھوس واقعات ہیں کہ مفلس و کنگال کسان نے چھوٹی چھوٹی بیٹیوں کا معاوضہ حاصل کر کے نکاح کر دیا۔ اور اس معاوضے سے آبیانہ مالیہ ادا کر کے حکومت کی دار و گیر سے نجات حاصل کی۔ بستیوں میں پھرو، کسان کی کٹھن زندگی کا مطالعہ کرو۔ موٹروں میں بیٹھ کر ڈاک بنگلوں میں ڈیرہ جما کر حکومت کرنے والے اس کی مصیبتوں کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ ہمارے سامنے ان لوگوں کا مستقبل نہیں ہے جو فلک پیما محلوں کی خاطر غریبوں کے جھونپڑوں کو آگ لگا دینے کے عادی ہیں۔ ہمارے سامنے اس ہلاکت زدہ مزدور کا مستقبل ہے جو دن بھر میں ۶/آنے کے پیسے کماتا ہے جنھیں وہ رات کو مشکل سے چھوٹے چھوٹے بچوں میں پورا کرتا ہے۔

آج حکومت ہمیں اپنے فرضی احسانات جتا کر تسلی دینا چاہتی ہے اسے اعداد و شمار اور ٹھوس واقعات سے واضح کرنا چاہیئے کہ اس نے بہاول پور کی پیشہ ور آبادی کے لیے کیا کیا مساعی کی ہیں اور یورپ کی صنعتیں ان کو تباہی کی طرف دھکیلے جا رہی ہیں۔ اس وقت سینکڑوں گھرانے بیکاری کا شکار ہو رہے ہیں۔ حکومت نے ان کے تحفظ کے لیے کیا کیا ہے؟ دھات اور کپڑا بننے کی صنعتیں ختم ہو گئیں، چمڑا رنگنے والے برباد ہونے والے ہیں، لکڑی کا کام بھی کرتار پور سے ہونے لگا ہے۔ حکومت کے تمام ادارے اپنی ضروریات کے لیے بیرونی تاجروں کو ترجیح دیتے ہیں۔

آخر کس احسان پر حکومت اس قدر اترا رہی ہے؟ کیا یہ امر حکومت کے لیے موجب ندامت نہیں کہ ایک سوا کروڑ کی آمدنی رکھنے والی ریاست کا تعلیمی بجٹ ڈیڑھ لاکھ پر مشتمل ہو اور جس کی تعلیمی کیفیت یہ ہو کہ ضلع ملتان کی ایک تحصیل کے طالب علموں سے بھی اس کی مجموعی تعداد طلبہ کم ہو؟ ستلج ویلی پراجیکٹ کو بہاول پور کے کسانوں پر احسان جتایا جا رہا ہے حالانکہ سکیم نے جو نقصان ریاست کو پہنچایا ہے اس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔ اور پھر قرضہ کی ادائیگی معاہدے میں پبلک اغراض کو جو نقصان پہنچایا گیا ہے اس کے اثر سے ریاست پچاس سال تک غلامی کے دن بسر کرنے پر مجبور رہے گی۔ اس کا احساس حکومت کے ارکان کو ہو یا نہ ہو مگر ایک موٹی عقل کا انسان جب اس کا تصور کرتا ہے تو یقیناً کانپ اٹھتا ہے کہ ہندوستان اور دنیا کے دیگر ممالک آج سے پچاس سال بعد تہذیب و تمدن کے کس سٹیج پر ہوں گے جب کہ ریاست اسی سٹیج پر ہو گی جس پر کہ وہ آج ہے۔ (جاری ہے)

اخبار الاحرار

مجلس احرار اسلام ضلع مظفر گڑھ کا ورکرز کنونشن

مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی رہنما مولانا سید عطاء المنان بخاری اور مجلس احرار اسلام ملتان کے امیر مولانا محمد اکمل اور مبلغ احرار مولانا محمد فیضان نے 11 مارچ 2022ء بروز جمعہ ضلع مظفر گڑھ کا دورہ کیا۔ جامع مسجد بستی منڈھیرا میں سید عطاء المنان بخاری، جامع مسجد میراں پور میں مولانا محمد اکمل اور جامع مسجد بڑی بستی آرائیں میں مولانا محمد فیضان نے خطبات جمعہ ارشاد فرمائے اور شہداء تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت کو خراج عقیدت پیش کیا۔ انھوں نے بعد العصر جامع مسجد بستی منڈھیرا میں ضلع مظفر گڑھ کے ارکان کا ورکرز کنونشن منعقد کیا۔ جس میں فاضل پور بیٹ میر ہزار۔ ماہڑہ، جتوئی شہر، بڑی بستی آرائیں سمیت دیگر علاقوں کے کارکنان کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ تمام یونٹس کے ذمہ داران نے اپنے اپنے حلقے کی کارگزاری پیش کی اور کارکنان کی تعداد، نقیب ختم نبوت کی ترسیل پروگرامات کی تفصیل سے آگاہ کیا۔

10 روزہ سالانہ ختم نبوت کورس دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

(رپورٹ: فرحان حقانی) مجلس احرار اسلام پاکستان کے زیر اہتمام سالانہ دس روزہ ختم نبوت کورس 5 تا 15 مارچ 2022ء دار بنی ہاشم ملتان میں منعقد ہوا جس سے ملک بھر سے علماء کرام، مشائخ عظام، شیوخ الحدیث، مناظرین اور دانشور حضرات نے اپنے اپنے موضوعات پر اسباق پڑھائے۔

مجلس احرار کے مرکزی امیر مولانا سید محمد کفیل بخاری، حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ کے فرزند حضرت لالہ نجیب احمد، علامہ عبد الغفار تونسوی، مولانا عبد الحمید تونسوی، عبد اللطیف خالد چیمہ اور سید عطاء اللہ ثالث بخاری نے کہا کہ مجلس احرار کی ختم نبوت کے حوالے سے جدوجہد اور خدمات تاریخ کا زریں و روشن باب ہے۔ مجلس احرار اسلام نے اپنے قیام 1929ء سے لیکر آج تک فتنہ قادیانیت کے علمی و عملی اور سیاسی محاسبہ کو جاری و ساری رکھا ہوا ہے۔ مجلس احرار اسلام نے ہر فتنہ کی راہ روکنے کے لیے بنیاد کے پتھر کا کام کیا۔ مجلس احرار نے ہی تحریک مدح صحابہ چلائی جس کا تسلسل اب تک قائم ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ مولانا حافظ محمد ناصر الدین خاکوانی دامت برکاتہم نے کہا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان قرآنی شخصیات ہیں ان کے مشاجرات ایک تکوینی امر تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ 20 سال تک ایک پر امن اور مثالی اسلامی حکومت قائم ہوئی۔ تحفظ ناموس صحابہ ہی تحفظ ناموس رسالت ہے۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ مولانا قاری محمد حنیف جالندھری نے کہا کہ مدارس اسلام کے قلعے ہیں۔ تاریخ اسلام کی نورانی شخصیات انہی مدارس سے پیدا ہوئیں جنہوں نے امت کو اپنے اپنے دور کے فتنوں سے بچایا۔

کورس کی مختلف نشستوں سے مفکر اسلام علامہ زاہد الراشدی، مولانا عبد الروف فاروقی، حافظ سید محمد معاویہ بخاری، مفتی سید صبیح الحسن ہمدانی، مولانا محمد مغیرہ (ناظم تبلیغ مجلس احرار و خطیب جامع مسجد احرار چناب نگر) مولانا عبد الوارث گل، مولانا کریم بخش، مولانا زبیر احمد صدیقی، مولانا مفتی محمد احمد انور، مولانا نور اللہ رشیدی، مولانا محمد عبد اللہ، مولانا تنویر الحسن احرار، مولانا سید عطاء المنان بخاری، مولانا پروفیسر خواجہ ابو الکلام صدیقی، مفتی محمد رضوان عزیز، ڈاکٹر محمد

طاہر خاکوانی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا مفتی حماد القاسمی، مولانا مفتی نجم الحق، مولانا محمد اکمل، مولانا اخلاق احمد، فرحان الحق، مولانا فیضان اشرفی اور مولانا محمد الطاف معاویہ نے عسائیت، رافضیت، بہائیت اور ہندومت کا تعارف، تاریخ اسلام، حیات عیسیٰ علیہ السلام، مرزا قادیانی کے دعاوی، یہودی تحریکیں، مغربی تہذیب اور اس کے اثرات اور قادیانیت کی سیاسی تخریب کاریوں جیسے اہم عنوانات پر اظہار خیال کیا۔

کورس کے انتظامات کو بہتر بنانے کے لیے مولانا اخلاق احمد، مولانا طلحہ مجتبیٰ، مولانا فیصل اشفاق، فرحان الحق حقانی، مولانا الطاف معاویہ، مولانا فیضان اشرفی اور ارشاد احمد سمیت دیگر کارکنان احرار و ادارہ نے بہت جانفشانی سے اپنی ذمہ داریوں کو انجام دیا۔ کورس میں مدارس و جامعات، کالج و یونیورسٹی کے طلباء و اساتذہ، تاجر و وکلاء حضرات کی کثیر تعداد نے مختلف نشستوں میں شرکت کی۔ باقاعدہ مکمل کورس میں شامل ہو کر اسناد حاصل کرنے والے طلباء کی تعداد ایک سو 100 تھی۔ اللہ تعالیٰ ان طلباء کو ختم نبوت کا مجاہد بنائے آمین

مجلس قراءت مسجد احرار چناب نگر

(رپورٹ: مولانا محمود الحسن) مدرسہ ختم نبوت و بخاری ماڈل ہائی سکول کا 46 واں سالانہ اجتماع و مجلس قرات جامع مسجد احرار چناب نگر ضلع چنیوٹ میں 14 شعبان 1443 مطابق 18 مارچ 2022 بروز جمعہ بعد نماز مغرب قائد احرار مولانا سید محمد کفیل بخاری مدظلہ کی زیر سرپرستی اور مولانا سید عطاء المنان بخاری حفظہ اللہ کی زیر نگرانی منعقد ہوا۔

قائد احرار، پرتو بخاری، حضرت پیر جی مولانا سید عطاء المہیمن بخاری رحمہ اللہ نے اس گلشن کو سجایا اور اپنے خون جگر سے اس کی آبیاری کی۔ یہاں پر قرآن کریم کی تعلیم اور اس اجتماع کو بالاہتمام شروع کیا۔ جس میں ملک پاکستان کے نامور قراء کرام اور نعت خواں حضرات ہمیشہ شریک رہے۔

اس سال بھی مجلس کی دو نشستیں ہوئیں۔ پہلی نشست کی صدارت مجلس احرار اسلام کے ناظم تبلیغ مولانا محمد مغیرہ نے کی جبکہ دوسری نشست کی صدارت حضرت پیر جی رحمہ اللہ کے شاگرد حضرت قاری عبدالرشید صاحب نے کی۔ ان نشستوں میں تشریف لائے ہوئے معزز قراء کرام نے پرتاثیر انداز سے تلاوت کلام اللہ کی اور سماں باندھ دیا۔

اجتماع میں مدرسہ ختم نبوت کے طلباء عبدالمنان نے عربی، محمد نعیم، محمد ابوذر اور محمد احمد نے اردو جبکہ حافظ محمد جنید نے انگریزی میں علم دین، ختم نبوت اور سیرت النبی جیسے عنوانات پر اظہار خیال کیا۔

اجتماع کے آخر میں مدرسہ ختم نبوت اور بخاری ماڈل ہائی سکول کے طلباء کو سالانہ امتحان کا نتیجہ سنایا گیا اور ممتاز طلباء کو انعامات سے نوازا گیا۔ گزشتہ سالوں میں حفظ کا امتحان دینے والے 15 طلباء کی دستار بندی کی گئی۔ اجتماع و مجلس قرات رات 3 بجے تک جاری رہی جس میں قاری محمد قاسم بلوچ، قاری عطاء الرحمٰن، قاری منور نوید (لاہور) قاری حامد صدیق، قاری محمود صدیق، قاری حفیظ اللہ، قاری عبدالرحمٰن مکی، قاری اسامہ عمران، قاری طیب سعید صدیقی (فیصل آباد) قاری حماد اللہ ساجد (سرگودھا) سے شریک ہوے۔ جبکہ نعت خواں حضرات میں حافظ محمد اکرم احرار (میلسی) عبدالقدیر احراری (سلانوالی) اور قاری محمد سعید مدنی نے فیصل آباد سے شرکت کی۔ مجلس کے روح رواں قاری محمد بن محمد صدیق (مہتمم دارالقراء فیصل آباد) نے آخر میں اپنے مخصوص لہجے میں تلاوت کر کے سامعین

کے قلوب کو منور کیا۔ مجلس قاری عبدالرشید صاحب کی دعا پر اختتام پذیر ہوئی۔

مجلس کے انتظامات میں مولانا محمود الحسن، مولانا محمد طیب، حافظ محمد طارق، حافظ محمد بلال، حافظ عمر حیات، مولانا محمد جاوید، قاری عمر فاروق، ماسٹر شہباز، ماسٹر لیاقت، ماسٹر مرسلین اور ماسٹر اعجاز سمیت دیگر کارکنان احرار و ادارہ کے عملہ نے بھرپور کوشش کی۔ اجتماع میں معززین علاقہ، عوام، علماء طلباء اور کارکنان احرار کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔

روداد احرار ختم نبوت کانفرنس چیچہ وطنی

چیچہ وطنی۔ تحریک ختم نبوت 1953ء کے دس ہزار شہداء کو خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی کے زیر اہتمام سالانہ ختم نبوت کانفرنس کے مقررین نے کہا ہے کہ ربوہ برانڈ ارتداد نہیں چلنے دیا جائے گا، عالمی استعماری قوتیں آئین پاکستان کی اسلامی دفعات کے درپے ہیں، لیکن ہم ناموس رسالت اور عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ اسی طرح کریں گے جس طرح 1953ء کے شہداء نے کیا تھا۔ خانقاہ سراجیہ مجددیہ نقشبندیہ کے سجادہ نشین حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد کی زیر صدارت اور مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ کی زیر نگرانی مرکزی مسجد عثمانیہ ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی میں ہونے والی اس کانفرنس میں قائد احرار سید محمد کفیل بخاری، مفتی محمد رضوان عزیز، جمعیت علماء اسلام کے رہنماء پیر جی عزیز الرحمٰن رائے پوری، مبلغ ختم نبوت مولانا محمد سرفراز معاویہ، حکیم حافظ محمد قاسم، مفتی شبیر حسین ناصر، حافظ عابد مسعود ڈوگر، ملک مبشر صائم، حافظ مغیرہ خالد، حافظ احسن دانش، تحریک ختم نبوت اہلحدیث پاکستان کے ناظم اعلیٰ قاری محمد اکرم ربانی، جماعت اسلامی کے رہنماء چودھری فیض میراں گجر، اور دیگر نے شرکت وخطاب کیا، جبکہ ممتاز سیاسی وسماجی رہنماء شیخ عبدالغنی، شیخ عبدالواحد (گلاسگو)، قاری بشیر احمد، قاری عتیق الرحمٰن رحیمی مولانا پیر جی عبدالباسط، پروفیسر منیر ابن رزمی، شیخ محمد اکمل پاشا، مجلس احرار اسلام پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل میاں محمد اویس لاہور، حاجی عبدالکریم قمر کمالیہ، حاجی احسان احمد احسان کمالیہ، اور دیگر حضرات نے خصوصی شرکت کی۔

قائد احرار سید محمد کفیل بخاری نے کلیدی خطاب میں کہا کہ مجلس احرار اسلام برصغیر میں تحریک ختم نبوت کی بانی ء جماعت ہونے کا اعزاز رکھتی ہے، اور دنیا میں جہاں کہیں یہ کام ہو رہا ہے، اکابر احرار کا ہی فیض ہے، انہوں نے کہا کہ تحریک ختم نبوت کی کئی جماعتیں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کا فریضہ انجام دی رہی ہیں، جن کو ہم انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، مناظر ختم نبوت مولنا مفتی محمد رضوان عزیز نے کہا کہ دین وشریعت کی تکمیل کے بعد کئی فتنوں نے سر اٹھایا جن کا جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے قلع قمع بھی کیا اور امت کی رہنمائی بھی کی اور وہی رہنمائی قیامت تک کیلئے راہ ہدایت ونجات ہے، دیگر مقررین نے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت پر جان قربان کر دیں گے لیکن آنچ نہ آنے دیں گے اور اہل حق کی قیادت وسیادت میں پرامن جدوجہد جاری رکھیں گے، کانفرنس کے تمام شرکاء نے تحفظ ختم نبوت کی پرامن جدوجہد جاری رکھنے کا ہاتھ اٹھا کر نعروں کی گونج میں عہد بھی کیا، کانفرنس میں مطالبہ کیا گیا کہ سودی معیشت کو ختم کر کے اسلامی معیشت رائج کی جائے، امتناع قادیانیت قوانین پر مؤثر عمل درآمد کرایا جائے، اور (ربوہ) چناب نگر کے اندر ریاست در ریاست کا ماحول ختم کیا جائے، اس موقع پر دار العلوم ختم نبوت جامع مسجد بلاک نمبر 12 اور دار العلوم ختم نبوت مسجد عثمانیہ سے فارغ ہونے والے حفاظ کرام کی دستار بندی حضرت خواجہ خلیل احمد، سید محمد کفیل بخاری نے کی، جبکہ فقہ الاطفال میں اعلیٰ

پوزیشنز حاصل کرنے والوں کو اسناد دی گئیں، کانفرنس حضرت خواجہ خلیل احمد کی دعاء کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔

☆**27 مارچ 2022 مرکز احرار مدرسہ ختم نبوت، جامع مسجد احرار چناب نگر میں خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ کندیاں شریف کے سجادہ نشین حضرت خواجہ خلیل احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی آمد۔**

قائد احرار مولانا سید محمد کفیل بخاری مدظلہ کی دعوت پر حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد صاحب دامت برکاتہم صبح 8 بجے مرکز احرار مدرسہ ختم نبوت جامع مسجد احرار تشریف لائے اس موقع پر قائد احرار سید محمد کفیل بخاری اور مجلس احرار کے مرکزی ناظم تبلیغ مولانا محمد مغیرہ مدظلہ سے تفصیلی ملاقات کی اور باہمی دلچسپی کے امور پر تبادلہ خیال کیا اور مدرسہ و مرکز کی تعمیر نو اور ترقی کے لیے دعاء فرمائی۔

مسافران آخرت

☆......حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے معالج حضرت حافظ حکیم حنیف اللہ صاحبؒ کے داماد اور حکیم حافظ محمد طارق، حکیم محمد خلیل اللہ (سلیمی دواخانہ کچہری روڈ ملتان) کے بہنوئی، بھائی محمد محسن مرحوم 8 مارچ 2022ء انتقال کر گئے۔

☆......مجلس احرار اسلام جھنگ کے رکن عدنان مغل کے بہنوئی خلیل الرحمٰن 9 جنوری 2022ء انتقا کر گئے۔

☆......مجلس احرار اسلام کے رہنما احمد بخش سالار کی بیٹی، اقبال عالم، ظفر عالم کی ہمشیر (حیدر آباد) انتقال 6 جنوری

☆......مدرسہ معمورہ ملتان کے طالب علم عدنان شاہ (کروڑ لعل عسن) کے نانا جان انتقال کر گئے

☆......جامعہ قاسم العلوم ملتان کے شیخ الحدیث وصدر مدرس حضرت مولانا حفیظ الرحمٰن، انتقال: 8 مارچ 2022

☆......سابق صدر پاکستان، جناب محمد رفیق تارڑ 8 مارچ 2022ء کو انتقال کر گئے۔

☆......مجلس احرار اسلام ملتان کے کارکن جناب حافظ شیخ محمد علی صاحب کے بھتیجے کی اہلیہ، انتقال: 21 مارچ 2022

☆......مجلس احرار اسلام شعلی غربی حاصل پور کے قدیم کارکن محمد منظور نمبر دار 9 مارچ 2022ء کو انتقال کر گئے۔ ایک ماہ قبل اُن کے بھائی محمد شفیع نمبر دار کا بھی انتقال ہوا مرحوم کا حضرت پیر جی رحمہ اللہ سے بیعت وارادت کا تعلق تھا اور بے حد محبت کرتے اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطاء فرمائیں آمین

☆......مجلس احرار ملتان کے ناظم اعلیٰ مولانا اللہ بخش احرار کی والدہ، انتقال 18 مارچ 2022ء 14 شعبان 1443

☆......مجلس احرارِ اسلام سیالکوٹ کے امیر میاں امجد احراری کے چھوٹے بھائی ''میاں شاہد حسین'' انتقال: 21 مارچ

☆......مدرسہ محمودیہ معمورہ ناگڑیاں (گجرات) کا طالب علم محمد احسان ارشد انتقال: 27 مارچ

☆......سرگودھا کے ہمارے کرم فرما ظہر سلیم صاحب کے دادا حاجی محمد اسلم 7 فروری 2022ء کو انتقال کر گئے۔

☆ہمارے کرم فرما محمد ندیم خان کے والد غلام حسین 18 فروری 2022ء کو انتقال کر گئے۔

☆ہمارے انتہائی مہربان جناب احمد فاروق صاحب (فیصل آباد) کی خالہ محترمہ 27 فروری 2022ء کو انتقال کر گئی۔

قارئین سے درخواست ہے کہ مرحومین کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت فرمائیں آمین

تعمیر جدید دارالقرآن

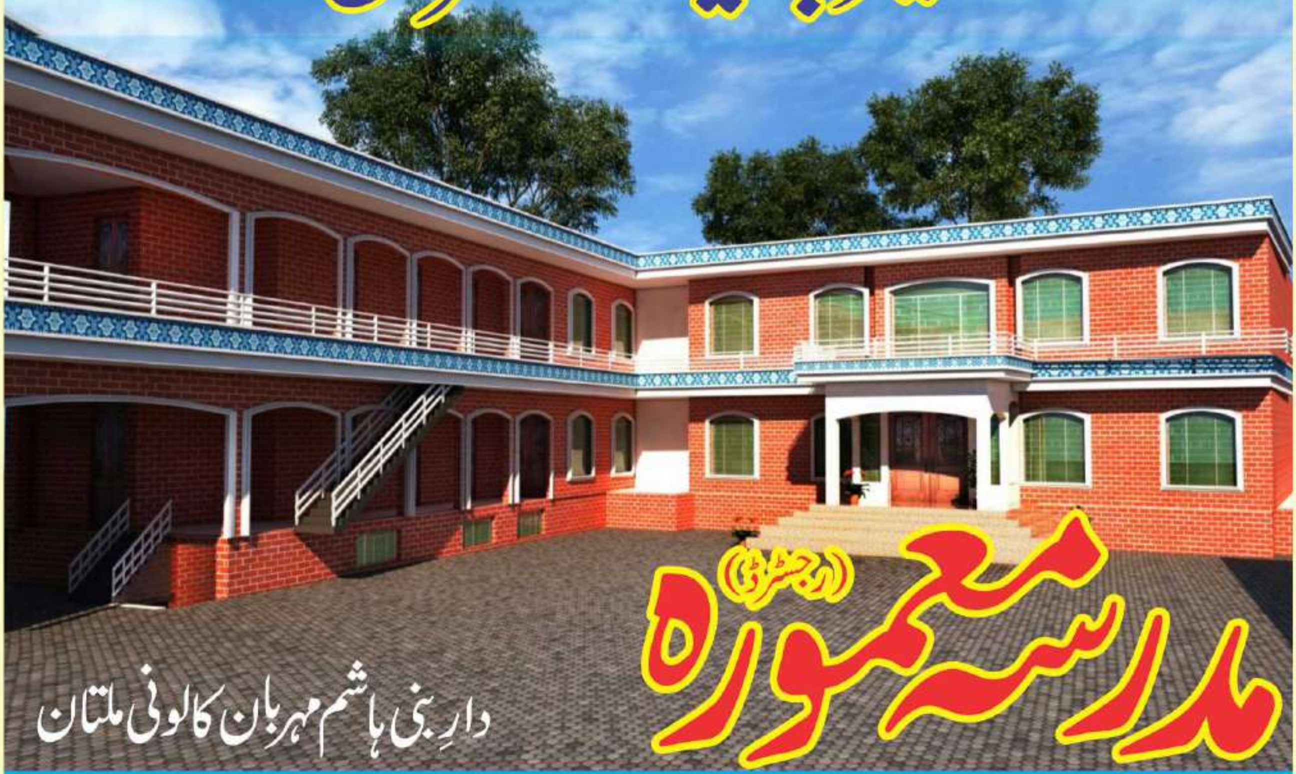

الحمدللہ بیسمنٹ ہال، دارالقرآن، دفاتر اور لائبریری کی تعمیر جدید (17,500,000) ایک کروڑ پچھتر لاکھ روپے سے مکمل ہو چکی ہے۔

★ درجہ کتب کے طلباء کے لیے درس گاہوں، دارالحدیث، دارالاقامہ پر مشتمل نئی عمارت کی تعمیر باقی ہے جس کا تخمینہ تقریباً (3,00,00,000) تین کروڑ روپے سے متجاوز ہے۔

رابطہ برائے ترسیل زرو تعاون

حکومت کی مدارس دشمن پالیسیوں کے تحت کئی مدارس کے بنک اکاؤنٹ بند کر دیے گئے ہیں۔
مدرسہ معمورہ کا اکاؤنٹ بھی بند کر دیا ہے۔تعاون کے لیے آپ مہتمم مدرسہ سے براہ راست رابطہ فرمائیں۔

061-4511961, 0300-6326621

سید محمد کفیل بخاری
مہتمم مدرسہ معمورہ، دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی، ملتان

آیئے! اللہ تعالیٰ سے دعا کے ساتھ سود اور سودی قرض کے خلاف جنگ کا آغاز کریں!

ادائیگی قرض کی دعائیں

۱)......حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غلام نے عرض کیا میں اپنے آقا کو رقم ادا کر کے جلدی آزادی چاہتا ہوں۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں تجھے دو کلمے سکھلا دیتا ہوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھلائے تھے۔ اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا اللہ تعالیٰ ادا کردے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ۔

"الٰہی! حاجتیں پوری کر میری حلال روزی سے اور بچا حرام سے اور بے پروا کردے مجھ کو اپنے فضل کے ساتھ اپنے ماسوا سے۔" (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

۲)......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مقروض ہوگیا تھا۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں وہ کلام سکھلا دیتا ہوں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تیرا غم دور اور قرض ادا کردے گا، صبح وشام یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسْلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ غَلَبَۃِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ۔

"اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں فکر وغم سے اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں ناتوانی اور سستی سے اور بچاؤ چاہتا ہوں آپکے ساتھ بخل اور بزدلی سے اور پناہ میں آتا ہوں آپ کی قرض کے غلبے اور لوگوں کے سخت دباؤ سے۔" (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

مرتبہ مولانا محمد امین مرحوم معلم اسلامیات، فیصل آباد

دعاؤں کے طالب

CARE PHARMACY

کیئر فارمیسی

Trusted Medicine Super Stores

24 گھنٹے سروس

اصلی اور معیاری ادویات کے مراکز

Head Office: Canal View, Lahore

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ!

فیصل آباد میں 13 برانچز کے بعد اب 11 شہروں جڑانوالہ، ننکانہ صاحب، شاہکوٹ، کھرڑیانوالہ، سانگلہ ہل، چک جھمرہ، چنیوٹ، جھنگ، گوجرہ، سمندری، تاندلیانوالہ

آپ کی خدمت کے لیے 24 گھنٹے سروس